

کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل

وراثت کے احکام پر مشتمل، آسان اور جامع کتاب

اُصولِ وراثت



پیشکش:

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

Islamic Research Center

R&D Kanzul Madaris Board

نام کتاب	اُصولِ وراثت
پیش کش	المدینۃ العلمیۃ Islamic Research Center
پہلی بار	جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ، نومبر 2023ء
تعداد	5000 (پانچ ہزار)
ناشر	مَكْتَبَةُ الْمَدِيْنَه فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی

مکتبۃ المدینہ

MAKTABA TUL MADINAH

دینی کتابوں کی اشاعت کا بین الاقوامی ادارہ

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

Faizan-E-Madina, Mohalla Sodagaran, Old Sabzi Mandi, Karachi

UAN: +92211111252692 , :92-313-1139278

www.dawateislami.net www.maktabatulmadina.com

ilmia@dawateislami.net feedback@maktabatulmadina.com

پاکستان کے چند مکتبۃ المدینہ

اسلام آباد: شبیر شریف روڈ G-11 مرکز اسلام آباد	051-5553765	لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	04237311679
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	0614511192	فیصل آباد: امین پور بازار	0412632625
پشاور: مکتبۃ المدینہ پشاور ایئرپورٹ	0092 311 9677780	حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	0222620122
سکھر: مکتبۃ المدینہ، فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ سکھر	0092 312 2611826	میرپور آزاد کشمیر: چوک شہیداں	05827437212

تصدیق نامہ

تاریخ: ۴ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن حوالہ نمبر: 284

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب "اُصولِ وراثت" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عبارات، اَخلاقیات، فقہی مَسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غَلَطیوں کا ذِمّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

22-08-2023







اجمالی یعنی مختصر فہرست

پیش لفظ

علم الفرائض جسے علم المیراث یا علم الوراثت بھی کہا جاتا ہے یہ وہ علم ہے جسے حدیثِ پاک میں نصف علم کہا گیا ہے۔[1] ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: اور فتنے ظاہر ہوں گے حتّٰی کہ دو لوگ وراثت میں اختلاف کریں گے تو کسی ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جو ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔[2] اِن ارشادات کی روشنی میں علم المیراث کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اِس کتاب کی تالیف میں درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھا گیا ہے:

- علم المیراث ایک قدیم اور پیچیدہ علم ہے جس کو اس کتاب میں عام فہم، آسان اور جدید انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ مدارسِ دینیہ کے طلبا وطالبات کے ساتھ ساتھ اسکول، کالج کے Students (طلبا) اور کورٹ، کچہری سے متعلقہ لوگ یعنی وکلا اور ججز حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔
- اس کتاب کی تالیف میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی اُردو کتاب کے ذَریعے سے علم المیراث سیکھنا چاہے تو اس کتاب کے ذریعے بآسانی علم میراث سیکھ سکتا ہے اور اگر کوئی عربی کتاب جیسے سراجیہ کی معاون کتاب کے طور پر اس کا مطالعہ کرنا چاہے تو عربی کتاب کو سیکھنے، سمجھنے اور حل کرنے میں یہ کتاب بہترین معاون ومددگار ثابت ہوگی۔
- اس کتاب کے ہر باب میں مذکور اصول وضوابط کو اِنتہائی آسان انداز میں مثالوں کے ذریعے حل کیا گیا ہے تاکہ ان مثالوں کے ذریعے اصول وضوابط کو سمجھنا، یاد کرنا اور یاد رکھنا آسان ہوسکے۔
- اس کتاب میں علم المیراث کے اہم عنوانات جیسے اصحاب فرائض، عصبات، مخارج الفروض (اصل مسئلہ)، عول، تصحیح، رد، مناسخہ، مقاسمہ کے آخر میں مشقی سوالات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ ان مشقی سوالات کے ذریعے میراث سے متعلقہ مسائل کو حل کرنے میں تجربہ اور مہارت حاصل ہو۔
- اس کتاب میں علم الوراثت سے متعلقہ اکثر عربی اصطلاحات کو انگریزی زبان میں بھی تحریر کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو اصطلاحات سمجھنے میں مزید آسانی ہو۔
- کتاب کے آخر میں وراثت سے متعلق دلچسپ، معلوماتی اور اہم 31 متفرق مسائل بیان کیے گئے ہیں نیز مال وراثت میں خیانت کی 7 صورتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

ابو النور محمد اسماعیل رضا عطاری مدنی

---

(1) الفردوس بماثور الخطاب، 2/41، حدیث: 2240۔

(2) مسند طیالسی، مسند عبد اللہ بن مسعود، 1/318، حدیث: 403۔

پہلا باب

- پہلی فصل: بنیادی تعارف
- دوسری فصل: وراثت کے اَرکان
- تیسری فصل: وراثت کے اَسباب
- چوتھی فصل: وراثت کی شرائط
- پانچویں فصل: ثبوتِ وراثت کے ماخذ

پہلی فصل: بنیادی تعارف

(Basic Introduction)

فرائض کا لغوی معنیٰ

فرائض، فریضہ کی جمع ہے۔ فریضہ کا معنیٰ فرض، زکوٰۃ اور مقرر کردہ حصہ ہے۔

اِصطلاحی معنیٰ (Terminological definition)

شریعت کی طرف سے وُرَثا کے لیے مقرر کردہ حصوں کی معرفت اور پہچان جس عِلم کے ذَریعے حاصل ہو اُس عِلم کو عِلمِ فرائض یعنی وراثت کا عِلم کہا جاتا ہے۔

اور وُرثا کے لیے شریعت کی طرف سے جو حصے مقرر کیے گئے ہیں یہ حصے کبھی بطورِ فرض ہوتے ہیں، کبھی بطورِ عصبہ اور کبھی بطورِ رَد۔[1]

نوٹ: فرض، عصبہ اور رَد کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

موضوع

ترکہ اور وارث۔[2]

ترکہ: ترکہ اُس مال کو کہتے ہیں جو کسی مَرنے والے نے اِنتقال کے وقت چھوڑا۔

غرض و غایت

اِس عِلم کو سیکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مَیّت کے ترکے کو مَیّت کے وُرَثا کے دَرمیان تقسیم کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔[3]

عِلمِ فرائض کی فضیلت میں وارِد چند اَحادیث

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا فَاِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ[4] فرائض کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ وہ نصف عِلم ہے۔

---

(1) میراث علی المذاہب الاربعہ، ص9 ماخوذاً۔
(2) حاشیہ شریفیہ، ص1۔
(3) ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/491 ماخوذاً۔
(4) الفردوس بماثور الخطاب، 2/41، حدیث: 2240۔

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسٰى وَهُوَ اَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ اُمَّتِيْ[1]

عِلمِ فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ نصف عِلم ہے اور یہ عِلم بھلا دیا جائے گا، اور یہ عِلم پہلا عِلم ہے جو میری اُمّت سے کھینچ لیا جائے گا۔

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ[2]

تم قرآن اور عِلمِ فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں اِس دُنیا سے ظاہری پَردہ کر جاؤں گا۔

سنن ترمذی میں یہ رِوایت "فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ" تک ہی ہے، البتہ مسند ابی داؤد طیالسی میں یہ مکمل رِوایت اِن الفاظ سے ہے: اِنِّيْ امْرُؤٌ مَقْبُوْضٌ فَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ وَاِنَّهُ سَيَنْقُصُ الْعِلْمُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ الْاِثْنَانِ فِي الْفَرِيْضَةِ فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا[3]

بے شک میں اِس دُنیا سے ظاہری پَردہ کر جاؤں گا لہٰذا تم قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، اور عِلمِ فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، اور عِلم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں اِس دُنیا سے ظاہری پردہ کر جاؤں گا اور بے شک عنقریب عِلم کم ہو جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے حتّٰی کہ دو لوگ وراثت میں اِختلاف کریں گے تو وہ کسی ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جو ان کے دَرمیان فیصلہ کر دے۔

عِلمِ فرائض کو نصف عِلم کہنے کی وجہ

اِنسانی حالت کا اِعتبار کرتے ہوئے

اِنسان کی دو حالتیں ہیں:

1. حیات یعنی زندگی
2. ممات یعنی موت

عِلمِ فرائض کے علاوہ جتنے بھی عُلوم ہیں سب کا تعلق اِنسان کی پہلی حالت حیات کے ساتھ ہے، جبکہ دوسری حالت یعنی ممات کے ساتھ فقط عِلمِ فرائض ہی متعلق ہے، چونکہ عِلمِ فرائض کا تعلق اِنسان کی دو حالتوں میں سے ایک کے ساتھ

(1) ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب الحث علیٰ تعلیم الفرائض، ص476، حدیث:2719۔
(2) ترمذی، ابواب الفرائض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، ص790، حدیث:2220۔
(3) مسند طیالسی، مسند عبد اللہ بن مسعود، 1/318، حدیث:403۔

ہے اور ایک حالت دو حالتوں کا نصف ہوتی ہے اِس لیے اس علم کو نصف علم کہا گیا ہے۔

سببِ ملک کا اِعتبار کرتے ہوئے

ملکیت (Ownership) کے دو سبب ہیں:

1. اِختیاری 2. اِضطراری

اِختیاری ملکیت یہ ہے کہ اِنسان کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو بن جائے اور نہ بننا چاہے تو نہ بنے، جیسے بیع یعنی کاروبار، اِجارہ یعنی نوکری وغیرہ کے ذَریعے جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ اِختیاری ہوتی ہے۔

اِضطراری ملکیت یہ ہے کہ اِنسان مالک نہ بھی بننا چاہتا ہو اس کے باوجود وہ چیز اس کی ملکیت میں آجائے، مثلاً باپ کی وفات سے بیٹے کو اس کی جائیداد کی جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ اِضطراری ہوتی ہے، چنانچہ تمام علوم کا تعلق ملکیت کے اِختیاری سبب کے ساتھ ہے جبکہ ملکیت کے اِضطراری سبب کے ساتھ صرف علمِ فرائض متعلق ہے، چونکہ فرائض کا تعلق ملکیت کے دو سببوں میں سے ایک کے ساتھ ہے اور ایک سبب دو سببوں کا نصف ہے اِس لیے اس علم کو نصف علم کہا جاتا ہے۔

دوسری فصل: وراثت کے اَرکان

(Members of the Inheritance)

مورث(Testator)

"هُوَ الشَّخْصُ الَّذِیْ مَاتَ حَقِیْقَةً اَوْ حُکْمًا وَتَرَكَ مَالًا اَوْ حَقًّا یُوْرَثُ عَنْهُ" وہ شخص جو حقیقتاً یا حکماً فوت ہو گیا اور مال یا حقوق چھوڑے ہوں جو اس مرنے والے سے منتقل ہو کر وارثوں تک پہنچیں۔

حقیقۃً سے مُراد دُنیا سے رخصت ہو جانا، رُوح کا جسم سے نکل جانا ہے۔ جبکہ حکماً سے مُراد یہ ہے کہ کسی شخص پر قاضی وغیرہ کی طرف سے موت کا حکم لگایا گیا، جیسے مفقود یعنی گمشدہ شخص میں ہوتا ہے، اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

وارث(Heirs)

"هُوَ الَّذِیْ یَسْتَحِقُّ اَنْ یَّکُوْنَ خَلِیْفَةً عَنِ الْمُوْرِثِ فِیْمَا تَرَكَ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْحُقُوْقِ" وہ شخص جو مورث کے چھوڑے ہوئے مال وحقوق کا خلیفہ بننے کا مستحق ہو۔

میراث(Heritage)

"هُوَ مَا یَتْرُکُهُ الْمَیِّتُ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْحُقُوْقِ الَّتِیْ تُوْرَثُ" وہ جس کو میت چھوڑ کر مرے یعنی اَموال اور ایسے حقوق جو قابلِ وراثت ہوں۔

مال: سونا، چاندی، کرنسی، زمین اور جائیداد وغیرہ۔

حقوق: ثمن وصول کرنے کے لیے مبیع کو روکنے کا حق اور قرضہ جات کی وصولی کا حق وغیرہ۔[1]

(1) ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/ 498۔

تیسری فصل: وراثت کے اَسباب

(Reasons for inheritance)

وراثت کے تین اَسباب ہیں:

1. قرابت (Kinship)
2. زوجیت (Matrimony)
3. وَلاء (ملکیت، Ownership)

قرابت (رِشتے داری)

اس سے مُراد وہ نسبی رِشتہ داری ہے جو ولادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں میت کے اُصول و فروع شامل ہیں۔

اصول سے مُراد ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور فروع سے مُراد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ ہیں۔

زوجیت (شادی)

اس سے مُراد وہ زوجیت ہے جو عقدِ صحیح کے ذَریعے حاصل ہو، خواہ خلوتِ صحیحہ و دخول ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ اگر میاں بیوی کے دَرمیان نکاح صحیح ہو گیا اور ان میں سے کوئی ایک دخول یا خلوتِ صحیحہ سے قبل فوت ہو گیا تو نکاح صحیح ہونے کی وجہ سے دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

خلوتِ صحیحہ: زوجین کی ایسی تنہائی کہ جماع سے کوئی چیز روکاوٹ نہ ہو، ایسی تنہائی کو خلوتِ صحیحہ کہتے ہیں اور دخول سے مُراد جماع ہے۔

نوٹ: جو شرائط نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہیں اگر ان میں سے کوئی مفقود ہو جائے، مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح ہوا یا ایجاب و قبول ایک مجلس میں نہ ہوا، اب اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنے گا، یعنی فاسد یا باطل نکاح ہونے کی صورت میں اگر زوجین میں سے کسی کا اِنتقال ہوا تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنے گا۔

جب تک ان میں نکاح بر قرار رہے گا تب تک یہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکیں گے، اور اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو اب عورت کے وارث بننے یا نہ بننے کے اَحکامات درج ذیل ہیں۔

اگر طلاق ہوئی، خواہ رجعی ہو یا بائن، ایک ہو یا زیادہ اور عدت بھی گزر گئی تو ان میں سلسلۂ وراثت ختم ہو جاتا ہے۔

اگر عدت نہیں گزری بلکہ ابھی عدت چل رہی ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں: طلاق رجعی تھی یا طلاق بائن تھی۔

1. اگر طلاق رجعی تھی یعنی ایسی طلاق تھی جس میں رجوع ہو سکتا ہے اور دوبارہ سے نکاح نہیں کرنا پڑتا تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

2. اگر طلاق بائن تھی یعنی ایسی طلاق تھی جس میں رجوع نہیں ہو سکتا بلکہ دوبارہ سے نئے حق مہر کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرنا پڑتا ہے، تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

I. طلاق مرض الموت میں دی یعنی ایسے مرض میں دی جس میں غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ اس مرض کی وجہ سے وفات / انتقال ہو جائے گا تو اس طلاق سے عورت جب تک عدت میں ہے اس وقت تک وراثت سے محروم نہیں ہو گی، کیونکہ مرض الموت کی طلاق کو شوہر کی بدنیتی پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسی صورت میں عورت مر جائے تو شوہر اس کی وراثت سے محروم ہو گا۔

II. اور اگر مرض الموت میں طلاق نہیں دی تو طلاق دیتے ہی عدت گزرنے سے پہلے عورت کا اس شوہر سے سلسلہ ازدواج ختم ہو گیا اگر اسی حالت میں شوہر فوت ہو گیا تو عورت اس کی وارث نہیں ہو گی۔

وَلاء (ملکیت)

اس کی دو قسمیں ہیں:

1. وَلَاءٌ مِنْ جِهَةِ الْعِتْقِ
2. وَلَاءٌ مِنْ جِهَةِ الْمُوَالَاتِ

ولاء من جہۃ العتق

اس سے مراد وہ حکمی رشتہ داری ہے جس کے سبب سے کوئی شخص کسی کو آزاد کر سکتا ہے، جیسے آقا اور غلام میں پائی جانے والی قرابت کو نسبی قرابت نہیں کہا جاتا بلکہ یہ حکمی قرابت ہوتی ہے، اِس ولاء کو "ولاء العتاقہ" اور "ولاء النعمہ" بھی کہتے ہیں۔ اس ولاء کو "عصوبتِ سببیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو آزاد کر دے اور وہ آزاد کردہ فوت ہو جائے اور وفات کے وقت اس آزاد کردہ کا کوئی عصبہ نسبی یعنی قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو تو اس کا آقا جس نے اس کو آزاد کیا اس کا وارث ہو گا۔

ولاء من جہۃ المو الات

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب شخص کسی معروف النسب کو کہے "جب میں مر جاؤں تو میرا وارث تُو ہو گا اور اگر میں کوئی قتل کروں یا کوئی جنایت کروں تو اس کا ذمہ دار بھی تُو ہو گا یعنی اس کا خون بہا یا تاوان / ضمان بھی تُو دے گا" اور دوسرا اس کے جواب میں کہے "مجھے قبول ہے" اس قول و قرار کی بنیاد پر بھی سلسلہ وراثت جاری ہو سکتا ہے، چنانچہ جب پہلا شخص مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔(1)

اور اگر جس سے عقد کیا گیا وہ بھی مجہول النسب ہے اور وہ بھی اس سے اسی طرح عقد کرے اور یہ اس کو قبول کرے تو دونوں ہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی جنایت کرے تو دوسرا اس کا تاوان دے گا اور ان میں سے کوئی بھی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

کسی کو اس طرح اپنا وارث بنانے والا اپنے اس قول سے رجوع کر سکتا ہے، لیکن اگر اس نے کوئی جنایت کی اور دوسرے نے اس کا تاوان دے دیا، اب یہ اپنے قول سے پھرنا چاہے یعنی رجوع کرنا چاہے اور اس کو وراثت سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

معروف النسب و مجہول النسب

جس کا باپ معلوم نہ ہو اس کو "مجہول النسب" اور جس کا باپ معلوم ہو اسے "معروف النسب" کہتے ہیں۔

جنایت

کسی کے مال و اَسباب کو نقصان پہنچانا یا کسی کی چیز کو ضائع یا تلف کرنا، جنایت کہلاتا ہے۔

(1) ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/501۔

چوتھی فصل: وراثت کی شرائط

(Conditions of inheritance)

وراثت کی تین شرائط ہیں:

1. مورِث کا مرنا۔

موت کی تعریف

"هُوَ انْعِدَامُ الْحَيَاةِ فِي الْإِنْسَانِ بَعْدَ تَحَقُّقِ وُجُوْدِهَا فِيْهِ" کسی انسان میں زندگی کے پائے جانے کے بعد زندگی کا ختم ہو جانا موت کہلاتا ہے۔

2. مورِث کی وفات کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔
3. کسی مانعِ ارث کا موجود نہ ہونا۔[1]

مانعِ ارث

مانعِ ارث سے مراد وہ علت ہے جس کے کسی شخص میں پائے جانے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم ہو جائے، جیسے غلامی، قتل اور دِین کا اِختلاف وغیرہ۔

---

(1) ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/ 491۔

پانچویں فصل: ثبوتِ وراثت کے ماخذ

(Sources of Inheritance Evidence)

ثبوتِ وراثت کے تین ماخذ ہیں:

1. کتابُ اللہ۔
2. سنّت۔
3. اِجماعِ اُمّت۔

قیاس کا یہاں کوئی عمل دَخل نہیں۔

کتابُ اللہ

کچھ وُرثا ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت کتابُ اللہ یعنی قرآنِ مجید سے ثابت ہے۔ ان کے دَرمیان ترکہ میت کی تقسیم قرآن کے بیان کردہ احکام کے مطابق کی جائے گی، مثلاً ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، شوہر، بیوی، بھائی اور بہن کہ ان کا حقِ وراثت قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔

سنّت

کچھ وُرثا ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت حدیث سے ثابت ہے، مثلاً آقائے دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دادی اور نانی کو والدہ کے ساتھ لاحق فرما کر اُن کے لیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بہنوں کے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا۔

اِجماعِ اُمّت

کچھ وُرثا ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت اِجماع سے ثابت ہے، مثلاً پوتوں، پوتیوں اور دادا کا حق اِجماعِ اُمّت سے ثابت ہے۔

نوٹ: جن لوگوں کا حق ان مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ ترکہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

دوسرا باب

- پہلی فصل: ترکہ میت کے مصارف
- دوسری فصل: ترکہ میت کے مستحقین
- تیسری فصل: موانعِ ارث

پہلی فصل: ترکہ میت کے مصارف

(Relates to the properties of the dead)

ہر انسان اپنی زندگی میں اپنے مال کا مالک و مختار ہوتا ہے، جہاں چاہے، جیسے چاہے، جتنا چاہے، اِستعمال کرے لیکن موت کے بعد اس کے مال کو کس طرح اور کہاں اِستعمال کیا جائے گا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے ترکے اور مال کے ساتھ 4 قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اور ان 4 قسم کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کالحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، یعنی چاروں حقوق ادا کیے جائیں گے اور بالترتیب ادا کیے جائیں گے۔ [1]

1. تجہیز و تکفین
2. قرضہ جات کی ادائیگی
3. نفاذِ وصیت
4. وُرثا کے درمیان تقسیم

نوٹ: شوہر والی عورت کی تجہیز و تکفین اس کے شوہر کے ذمہ ہے اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو، لہٰذا ایسی عورت کے چھوڑے ہوئے مال سے صرف آخری تین حقوق متعلق ہوں گے۔

تجہیز و تکفین (Equipping and burial)

سب سے پہلے میت کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔

میت کی موت سے لے کر دفن تک جن جن اُمور کی محتاجی ہوتی ہے وہ اُمور بجالانا تجہیز و تکفین کہلاتا ہے۔

میت کے غسل کا سامان، غسال کی اجرت، کفن، قبر کی کھدائی کی اجرت، قبرستان دور ہونے کی صورت میں میت کو قبرستان پہنچانے کے لیے سواری کا کرایہ، تدفین کے لیے اگر جگہ خریدنی پڑے تو اس کی رقم وغیرہ یہ سب چیزیں تجہیز و تکفین میں شامل ہیں۔ تجہیز و تکفین میں "تبذیر" یعنی اِسراف اور "تقتیر" یعنی بخل کا اِرتکاب نہ کیا جائے بلکہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لیا جائے۔

تبذیر و تقتیر: ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا تبذیر اور ضرورت سے کم استعمال کرنا تقتیر کہلاتا ہے۔

میانہ روی میں بطورِ خاص دو چیزوں کا لحاظ کیا جاتا ہے: (1) قیمت (2) عدد

---

(1) شریفیہ شرح سراجیہ، ص 3۔

قیمت میں میانہ روی: اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض کریں مرنے والا اپنی زندگی میں 500 روپے کا سوٹ پہنا کرتا تھا، اگر اسی قیمت کے کپڑوں میں تکفین کریں گے تو یہ میانہ روی ہو گی، لیکن اگر اس سے زیادہ قیمت کا کفن خریدا، تو یہ تبذیر کہلائے گا اور اگر اس سے کم کا خریدا، تو یہ تقتیر ہے۔

اسی طرح فرض کریں کہ کچھ کپڑے وہ عید کے دنوں میں پہنتا تھا، کچھ دوستوں سے ملاقات کے لیے اور کچھ عام طور پر گھر میں پہنتا تھا، تو دوستوں سے ملاقات والے کپڑوں میں دفن کرنا میانہ روی ہے، عید والے کپڑوں میں کفن دیں گے تو یہ تبذیر ہے اور اگر گھر میں پہننے والوں میں کفن دیں گے تو یہ تقتیر ہو گی۔

عدد میں میانہ روی: اس کا مطلب یہ ہے کہ کفنِ سنت پہنایا جائے جو کہ مرد کے لیے 3 کپڑے اور عورت کے لیے 5 کپڑے ہیں۔ یہ تعداد میں میانہ روی ہے، اگر اس سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیں گے تو تبذیر اور اگر اس سے کم میں دیں گے تو تقتیر ہو گی۔

نوٹ: مرد کے 3 کپڑے "ازار، لفافہ اور کفنی" ہیں، جبکہ عورت کے 5 کپڑے "ازار، لفافہ، کفنی، اوڑھنی اور سینہ بند" ہیں۔

غُرَما یعنی قرض خواہوں کا حق: اگر میت کا ترکہ اتنا ہو کہ اس سے مکمل دَین یعنی قرض ادا نہیں ہو سکتا تو ایسی صورت میں قرض خواہوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ورثا کو کفن سنت پہنانے سے روک دیں اور کفنِ کفایہ پہنانے پر مجبور کر دیں۔

نوٹ: کفن کفایہ مرد کے لیے 2 کپڑے "ازار اور لفافہ" اور عورت کے لیے 3 کپڑے "کفنی، لفافہ، اوڑھنی یا لفافہ، ازار، اوڑھنی" ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفنِ سنت افضل ہے، اور عکس ہو تو کفنِ کفایت اَولیٰ اور اس (کفنِ کفایت) سے کمی بحالتِ اختیار جائز نہیں۔ (1)

تجہیز و تکفین میں صرف کفن دفن کا خرچہ شامل ہے، ایصالِ ثواب، جیسے سوئم، قل خوانی، ساتواں، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ جائز و ناجائز دعوتیں اس میں شامل نہیں۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو کچھ خرچہ کیا جائے اس میں اس بات کا خوب خیال رکھا جائے کہ مالِ وراثت میں سے خرچ نہ کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وارثوں میں کوئی نابالغ بچہ ہو، وہ بچہ نہ تو خود اپنا مال خرچ کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کا مال خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی وارث وہاں موجود نہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حصے کو خرچ کرنا بھی ناجائز ہو گا، نیز اگر موجود ہو بھی

(1) فتاویٰ رضویہ، 9/100۔

سہی لیکن اس سے اجازت نہ لی گئی ہو تب بھی اس کا مال خرچ کرنا "ناجائز" ہے۔

نوٹ: یہ تمام احتیاطیں اس وقت ہیں کہ میت نے وصیت نہ کی ہو، اگر وصیت کی ہے تو تہائی ($\frac{1}{3}$) مال میں اس کی وصیت نافذ ہے، مثلاً اس نے کہا کہ میرا کفن اچھا بنانا یا میرے ایصالِ ثواب کے لیے اتنے روپے فلاں مدرسہ یا فلاں غریب کو دینا تو تہائی مال میں اس کی وصیت کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر تجہیز و تکفین میت کے مال سے نہ کی گئی ہو بلکہ کسی وارث نے اپنے مال سے کی تو اس صورت میں بھی عمدہ اور اچھا کفن دیا جاسکتا ہے۔

قرضہ جات کی ادائیگی (Repayment of loans)

تجہیز و تکفین کے خرچے کے بعد جو مال باقی بچے اس سے میت کے وہ قرضے ادا کیے جائیں گے جن کا مخلوق کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے، جیسے قرض کی رقم یا ادھار خریدی گئی چیز کے پیسے۔

حقوقُ اللہ کا حقوقُ العباد سے تقابل: اگر کسی شخص پر اللہ عزوجل کے حقوق باقی ہیں، مثلاً زکوٰۃ، فطرانہ کی ادائیگی نہ کی ہو، کوئی کفارہ رہتا ہو یا اس طرح کا کوئی اور واجب من اللہ رہتا ہو، تو ہمارے نزدیک مرتے ہی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کی شرط "ادا بالنفس" ہے، جب وہ مر گیا نفس باقی نہ رہا تو شرط ختم ہو گئی لہٰذا وہ حقوق ختم ہو گئے۔

اگر کسی پر دو طرح کے حقوق باقی ہوں کچھ حقوق اللہ، جیسے زکوٰۃ، فطرانہ، کفارے کی ادائیگی وغیرہ اور کچھ حقوق العباد، مثلاً کسی سے قرضہ لیا ہوا تھا ادا نہ کیا، کسی سے کوئی چیز خریدی تھی اس کی قیمت کی ادائیگی ابھی باقی تھی تو حقوق العباد میت کے مال سے ادا کیے جائیں گے اور حقوق اللہ چھوڑ دیئے جائیں گے، البتہ اگر ورثا اپنی جانب سے بطورِ احسان نفلی طور پر میت کے "حقوق اللہ" ادا کریں تو میت کی زبردست اُخروی اِمداد ہو گی اور ورثا بھی ثواب پائیں گے۔

قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ کار: دَین یا تو کسی ایک شخص کا ہو گا یا زیادہ افراد کا ہو گا، اگر فردِ واحد کا ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ قرضہ اس کے مال میں سے پورا ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر میت کے مال سے پورا قرضہ ادا ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر میت کے مال سے پورا قرضہ ادا نہ ہو تو صاحبِ حق کی مرضی ہے چاہے تو معاف کر دے ورنہ آخرت کے لیے معاملہ اللہ پاک کے سپرد کر دے۔

اور اگر ایک سے زیادہ افراد کا قرض ہو تو دیکھا جائے گا کہ سب افراد اولویت یعنی ترجیح میں متفق ہیں یا متفرق؟ اگر متفرق ہوں یعنی کسی کا قرض حقیقتاً ثابت ہو اور کسی کا حکماً ثابت ہو، اب جو قرض حقیقتاً ثابت ہے وہ مقدم ہو گا اور جو قرض

حکماً ثابت ہو گا وہ مؤخر ہو گا، یعنی میت کے مال سے پہلے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا جس کا حق حقیقتاً ثابت ہے اس کے بعد مال بچ جانے کی صورت میں اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا جس کا حق حکماً ثابت ہے۔

اگر سب لوگ ترجیح میں برابر ہوں، مثلاً سب کا حق حقیقتاً ثابت ہو یا تمام کا حق حکماً ثابت ہو تو پھر سب قرض خواہوں کے درمیان ان کی رقم کے تناسب سے مال تقسیم کیا جائے گا، یعنی جس کی رقم زیادہ ہو اس کو زیادہ مال اور جس کی کم ہو اس کو کم مال دیا جائے گا، مثلاً میت کا ترکہ 2000 روپے ہے جبکہ قرض خواہ تین ہیں، ایک کا قرضہ 10000 ایک کا 6000 اور ایک کا 4000 ہے تو دس ہزار والے کو 1000 روپیہ چھ ہزار والے کو 600 اور 4 ہزار والے کو 400 روپے دیئے جائیں گے۔

اصل مسئلہ: 20,000 ترکہ: 2000 روپے

زید	عمر	خالد
10,000	6000	4000
1000	600	400

نوٹ: قرض کے حقیقتاً ثابت ہونے سے مُراد یہ ہے کہ قرض بینہ یعنی گواہی سے ثابت ہے یا زمانۂ صحت میں میت نے قرض کا اِقرار کیا تھا یا میت نے حالتِ مرض یعنی مرض الموت میں قرض کا اِقرار کیا اور وہ قرض دوسرے لوگوں کے معاینہ ومشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے جبکہ قرض کے حکماً ثابت ہونے سے مُراد یہ ہے کہ میت نے حالتِ مرض یعنی مرض الموت میں قرض کا اِقرار کیا اور وہ قرض دِیگر لوگوں کے معاینہ ومشاہدہ سے ثابت نہیں ہوا یعنی اس کے قرض کا ثبوت صرف اس کے اِقرار پر موقوف ہے۔

نفاذِ وصیت (Execution of a will)

وصیت کی تعریف

بطورِ احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے۔

وصیت کرنے والے کو مُوصِی (Testator)، جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو موصیٰ بہ (Recommended) اور جس کے لیے وصیت کی جائے اس کو موصیٰ لہٗ کہتے ہیں۔

وصیت کی شرائط

(۱) مُوصِی تبرع کا اہل ہو۔ یعنی وصیت کرنا اس کا صحیح ہے جو اپنا مال بطورِ احسان وحُسنِ سلوک کسی کو دے سکتا ہو لہٰذا مجنون، پاگل، دیوانہ اور نابالغ بچہ خواہ وہ قریب البلوغ ہو، ان کی وصیت درست نہیں۔

(2) وصیت کے بعد مُوصِی کی طرف سے صراحۃً یادلالۃً کسی قسم کاوصیت سے رجوع ثابت نہ ہو۔

صراحۃً رجوع کرنے سے مرادواضح اور صاف لفظوں میں رجوع کرنا ہے، جیسے مُوصِی کا یہ کہنا کہ میں اپنی وصیت سے رجوع کرتا ہوں یااس قسم کے کوئی اور واضح یا صاف لفظ بولے۔ جبکہ دلالۃً رجوع کرنے سے مراد معنوی طور پر رجوع کرنا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کرلینے پر دلالت کرے، جیسے مُوصِی نے کسی کپڑے کی وصیت کی پھر اس کپڑے کو کاٹااور سی لیا، یاروئی کی وصیت کی پھر اسے سُوت بنالیا، یا سُوت کی وصیت کی پھر اسے بُن لیا، یالوہے کی وصیت کی پھر اسے برتن بنالیا، یاجس بکری کی وصیت کی اسے ذبح کرلیا، یاجس چیز کی وصیت کی پہلے اس کو فروخت کردیا پھر اس کو خرید لیا، یاجس چیز کی وصیت کی پہلے اس کو ہبہ کردیا پھر ہبہ سے رجوع کرلیا، یہ سب صورتیں وصیت سے رجوع کرلینے کی ہیں اور وصیت باطل ہو جائے گی۔

(3) موصٰی لہ مالک بننے کا اہل ہو، نیز موصٰی لہ صراحۃً یادلالۃً موصِی کی وصیت کو قبول کرلے۔ صراحۃً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا، اور دلالۃً یہ ہے کہ موصٰی لہ وصیت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کرجائے تواس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثا کو وراثت میں دے دی جائے گی۔

(4) موصٰی لہ، موصِی کی موت کے وقت زندہ ہو۔

(5) موصٰی لہ، قاتلِ موصی نہ ہو، خواہ موصِی کا قتل اس نے عمداًیعنی جان بوجھ کر کیا ہو، یاخطاءً قتل واقع ہوا ہو۔

(6) موصٰی لہ، موصِی کاوارث نہ ہو کیونکہ وارث کے لیے وصیت درست نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔[1] ہاں اگر تمام ورثا عاقل، بالغ اور صحیح یعنی غیر مریض اور موجود ہوں اور وارث کے لیے وصیت کی اجازت دے دیں، تو جائز ہے۔

(7) موصٰی بہ مباح ہو۔

(8) موصٰی بہ قابلِ تملیک مال یامنفعت ہو، لہٰذا ناقابلِ تملیک چیز کی وصیت کرنا درست نہیں، مثلاً کسی نے وصیت کی کہ مجھے فلاں مکان پر شفعہ دائر کرنے کا جو حق تھا اسے میں تیرے لیے وصیت کرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد تم اس پر شفعہ دائر کرلینا، یہ وصیت درست نہیں کیونکہ اس نے اپنے حقِ شفعہ کو موصٰی بہ بنایا

(1) ابو داود، کتاب الوصایا، باب فی الوصیۃ للوارث، ص630، حدیث:2870۔

اور یہ حقِ شفعہ نا قابل تملیک ہے اس لیے وصیت درست نہیں۔

(9) اس کے ذمہ اتنا قرض نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ بچے۔

مال وصیت کو استعمال کرنے کا طریقہ: اگر کسی نے وصیت کی ہو تو ادائیگی دیون کے بعد جو کچھ مال بچے اس میں سے ایک تہائی تک وصیت پورا کرنے میں لگائیں گے، مثلاً کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد 5000 روپے میرے فلاں دوست کو دے دینا، یا میری نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا کر دینا تو ورثا پر لازم ہے کہ ایک تہائی میں جتنا ہو سکے میت کے اس دوست کو دیں یا اس کی نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا کریں۔

یہاں یہ بات یاد رہے! وصیت کو پورا کرنے میں ایک تہائی سے زیادہ مال نہیں لگائیں گے کیونکہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت باطل ہے۔ہاں اگر سارے وُرثا عاقل، بالغ، تندرست اور موجود ہوں اور ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ کُل مال کا ایک تہائی نہیں بلکہ تجہیز و تکفین اور قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد جو مال بچ جائے اس کی ایک تہائی میں وصیت نافذ ہو گی۔

مثال: جیسے کسی شخص نے فرض کریں 1 لاکھ روپے ترکہ چھوڑا، 5000 تجہیز و تکفین میں صرف ہوئے، 35000 روپے سے قرضوں کی ادائیگی کی گئی، بقیہ 60000 روپے بچے جس کی ایک تہائی 20000 روپے بنتی ہے لہٰذا 20000 میں وصیت نافذ ہو گی۔

تقسیم بین الورثا (Distribution of wealth between heirs)

وُرثا کے درمیان مال کی تقسیم کاری چوتھے نمبر پر اس صورت میں ہے کہ سابقہ تینوں حقوق پائے جاتے ہوں، اگر میت کی طرف سے کوئی وصیت نہ تھی تو اب تقسیم بین الوُرثا تیسرا حق ہو گا، اور اگر نہ وصیت تھی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا دَین تھا تو اب تقسیم بین الوُرثا دوسرا حق ہوگا، اور اگر نہ وصیت تھی، نہ دَین، نہ ہی تجہیز و تکفین ہوئی، مثلاً وہ ڈوب کر مرا تھا اور لاش نہ ملی یا کسی وارث نے اپنے ذاتی خرچ (پلّے) سے تجہیز و تکفین کی، تو اب تقسیم بین الوُرثا پہلا حق ہو گا اور ترکہ کا آغاز تقسیم سے کیا جائے گا، اس لیے کہ کسی بھی حق کو جو پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا کہا گیا ہے وہ اپنے سے سابقہ حق کے پائے جانے کے اعتبار سے ہے، لہٰذا جہاں حقوقِ متقدمہ یعنی سابقہ تین مصارف پائے جائیں گے وہاں تقسیم بین الوُرثا حقِ رابع ہو گا۔

دوسری فصل: ترکہ میت کے مستحقین

(Inheritor of the deceased's inheritance)

میت کا ترکہ (مالِ وراثت) کن کن لوگوں کو دیا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیل اور ترتیب درج ذیل ہے۔

ترکہ میت کے مستحقین کی تعداد 10 ہے:

1. اصحابِ فرائض
2. عصبہ نسبیہ
3. عصبہ سببیہ
4. عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات
5. ردعلیٰ ذوی الفروض النسبیہ
6. ذَوِی الْاَرحام
7. مولی الموالات
8. مقرلہ بالنسب علی الغیر
9. موطی لہ بجمیع المال
10. بیت المال

اصحابِ فرائض (Quranic heirs)

سب سے پہلے مال اصحابِ فرائض کو دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں۔

عصبہ نسبیہ (The agnatic relations of the deceased)

اصحابِ فرائض کو دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ میت کے عصبہ نسبیہ یعنی میت کے قریبی مذکر رِشتہ داروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

ہر وہ وارث جو اصحابِ فرائض سے بچ جانے والا مال لے اور اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے، اسے عصبہ نسبیہ کہا جاتا ہے۔

عصبہ سببیہ

اگر کسی شخص کے عصباتِ نسبیہ نہ ہوں تو اس کا مال اُس عصبہ کو دیا جائے گا جو سبب کی جہت سے ہو، جسے عصبہ سببیہ کہا جاتا ہے۔

یہ مولی العتاقہ یعنی کسی غلام کو آزاد کرنے والا ہے اس کو عصبہ سببیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی عصوبت، قرابت یعنی رشتہ داری کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ آزاد کرنے کے سبب سے ہوتی ہے۔

اگر میت کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو تب اس کو وراثت دی جاتی ہے، ورنہ عصبہ نسبیہ کے ہوتے ہوئے اس کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی شخص نے اپنا غلام یا کوئی باندی آزاد کی، آزاد ہونے کے بعد وہ باندی یا غلام مرگیا اور اس کا کوئی نسبی عصبہ بھی نہیں ہے کہ اصحابِ فرائض سے بچ جانے والا یا اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے تو ایسی صورت میں وہ آزاد کرنے والا اس کا عصبہ سببی ہونے کی وجہ سے سارا مال حاصل کرلے گا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام کو آزاد کیا اس کے بعد وہ غلام مرگیا، غلام کی ایک بیٹی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس غلام کا آدھا مال اس کی بیٹی کو اور بقیہ آدھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو دلوایا۔[1]

یہاں پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو ان کے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا حصہ صرف اس لئے ملا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کیا تھا۔ اس کو مولی العتاقہ کہتے ہیں۔

نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَلاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔[2]

عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات

اگر عصبہ سببیہ بھی موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس عصبہ سببی کے فقط مذکر عصبات وارث ہوں گے نہ کہ تمام عصبات، جیسا کہ سنن دارمی میں ہے: لَا تَرِثُ النِّسَاءُ مِنَ الْوَلَاءِ اِلَّا مَا اَعْتَقْنَ عورت کو کسی کی ولاء کا حق حاصل نہیں البتہ جسے عورت نے آزاد کیا ہو۔[3]

ردعلیٰ ذوی الفروض النسبیہ (Redistribution to Quranic Heirs)

اگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد مال باقی بچے اور ذوی الفروض کے علاوہ کوئی دوسرا وارث یعنی نسبی یا سببی عصبہ موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں ترکہ دوبارہ نسبی اصحابِ فرائض میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔ اس کو ردعلیٰ ذوی الفروض النسبیہ کہا جاتا ہے۔

نوٹ: نسبی اصحابِ فرائض کی قید لگا کر زوجین کو نکالنا مقصود ہے کیونکہ زوجین نسبی اصحابِ فرائض نہیں ہوتے، بلکہ سببی اصحابِ فرائض ہوتے ہیں۔

(1) ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب میراث الولاء، ص479، حدیث:2734۔

(2) بخاری، کتاب الفرائض، باب الولاء لمن اعتق... الخ، 4/322، حدیث:6752۔

(3) دارمی، کتاب الفرائض، باب ماللنساء من الولاء، 2/488، حدیث:3143۔

ذَوِی الْاَرحام

اگر میت کے وُرثا میں نہ اَصحابِ فرائض ہوں اور نہ عصبات نسبیہ یا سببیہ ہوں تو مالِ وراثت ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ذوی الارحام وہ لوگ جن کو میت کے ساتھ قرابت حاصل ہو اور وہ ذی فرض یا عصبہ نہ ہوں، جیسے نواسا، نواسی، نانا، بھانجا، بھانجی، خالہ اور پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام کہلاتے ہیں۔

مَولَی الموالات

اگر میت کے ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مالِ وراثت مولَی الموالات کو دیا جائے گا۔ مولی الموالات کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔

مُقَرلہ بالنسب علی الغیر

اگر میت کے مولَی الموالات بھی نہ ہوں تو مالِ وراثت مقرلہ بالنسب علی الغیر کو دیا جائے گا۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے کسی غیر کے ساتھ ثبوتِ نسب کا معتبر اقرار کیا ہو اس حیثیت سے کہ اس کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوا ہو۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ زید نے عمرو جو کہ مجہول النسب ہے یعنی جس کا باپ معلوم نہیں ہے اور جس کی عمر تقریباً اتنی ہے کہ وہ زید کے باپ کا بیٹا ہو سکتا ہے، سے کہا کہ تو میرا بھائی ہے اس کا اقرار دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ عمرو میرے باپ کا بیٹا ہے جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہو کہ واقعی زید کا باپ اس کا باپ ہے بلکہ یہ ثبوتِ نسب صرف زید کے اقرار پر ہی موقوف ہے۔

جس شخص کے بارے میں میت نے اقرار کیا اسے مقرلہ بالنسب علی الغیر کہتے ہیں اس کو وراثت تب ملے گی جب میت کے ورثا میں مولَی الموالات بھی نہ ہوں۔ مذکورہ مثال میں زید مُقِر یعنی اقرار کرنے والا اور عمرو مُقَرلہ یعنی جس کے لیے اقرار کیا گیا اور زید کا باپ مُقَر علیہ یعنی جس پر اقرار کیا گیا ہے۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط

(1) جو اقرارِ نسب میت نے کیا ہے وہ شرعاً معتبر بھی ہو، لہٰذا اگر ایسا اقرار کیا گیا جو معتبر ہی نہ ہو، مثلاً کسی معروف النسب یعنی جس کا باپ معلوم ہو، اس کے بارے میں اقرار کیا یا ایسے مجہول النسب کے بارے میں اقرار کیا جو عمر میں اس میت کے باپ سے بھی بڑا ہے یا برابر ہے تو اس اقرار سے اس کا مقرلہ بالنسب علی الغیر ہونا ثابت نہیں ہو گا، کیونکہ اس اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔

(2) جس نسب کا میت نے اقرار کیا ہو وہ غیر کی طرف رجوع کرتا ہو، لہٰذا اگر ایسا اقرار کیا جو اس کے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ خود اس میت کی طرف رجوع کرتا ہے، جیسے میت نے کسی مجہول النسب شخص جو اتنی عمر کا ہے کہ اس کا بیٹا ہو سکتا ہے، اس کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس اقرار سے اس کا مقرلہ بالنسب علی الغیر ہونا ثابت نہیں ہو گا، بلکہ اس صورت میں وہ حقیقی بیٹا قرار پائے گا اور بیٹوں کی طرح وراثت پائے گا۔

(3) جس غیر کی طرف وہ نسب رجوع کرتا ہے اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم نہ کیا ہو، لہٰذا اگر اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم کر لیا تو وہ مقرلہ بالنسب علی الغیر نہ ہو گا، مثلاً میت نے جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میت کے باپ نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ جس کے بارے میں اس نے اپنا بھائی ہونے کا دعوی کیا ہے وہ واقعی میرا بیٹا ہے تو اس صورت میں بھی وہ مجہول النسب شخص مقرلہ بالنسب علی الغیر نہ ہو گا بلکہ حقیقتاً بھائی ہو گا اور بھائیوں کی طرح میراث پائے گا۔

(4) میت جس نے اس مجہول النسب کے بارے میں اقرار کیا تھا وہ مرتے دم تک اس اقرار پر قائم رہا ہو، لہٰذا اگر وہ قبل الموت اس اقرار سے پھر گیا تو وہ غیر مقرلہ بالنسب علی الغیر نہ ہو سکے گا۔

موصٰی لہ بجمیع المال

اگر مقرلہ بالنسب علی الغیر بھی نہ ہو تو مالِ وراثت موصٰی لہ بجمیع المال کو دیا جائے گا۔

موصٰی لہ بجمیع المال یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال اس کو دے دیا جائے ایسے شخص کو موصٰی لہ بجمیع المال کہتے ہیں۔ جب میت کے مذکورہ ورثا میں سے کوئی بھی نہ ہو تو احناف کے نزدیک اس کی تمام جائیداد اس موصٰی لہ بجمیع المال کو دے دی جائے گی۔

بیت المال (Islamic Exchequer)

اگر مذکورہ ورثا میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو پھر میت کا مال بیت المال میں بطورِ امانت رکھ دیا جائے گا اور یہ مال عام مسلمانوں کے لیے ہو گا۔ ہمارے زمانے میں یا تو بیت المال موجود نہیں یا بیت المال کے منتظمین خائن ہیں یعنی بیت المال ایسے فاسق لوگوں کے زیرِ تصرف ہے جو بیت المال کا مال اس کے شرعی مصارف مین صرف نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وہ مالِ وراثت شرعی فقراء پر تصدق کر دیا جائے گا۔

تیسری فصل: موانع ارث

(Deterrents from inheritance or Inheritance barriers)

لغوی معنیٰ

"مَوَانِع" "مَانِعَةٌ" کی جمع ہے جو کہ مَانِعٌ کی مؤنث ہے۔ مانع کا لغوی معنیٰ "حائل ہونا" ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو وراثت میں حائل ہوتی ہیں یعنی وراثت سے رکاوٹ بنتی ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ

اس سے مراد وہ علت ہے جس کے کسی شخص میں پائے جانے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم ہو جائے۔

موانعِ ارث

موانعِ ارث چار ہیں:

1. رقیت
2. قتل
3. اختلافِ دِین
4. اختلافِ دارین

رقیت یعنی غلامی (Slavery)

رقیت کی دو قسمیں ہیں:

1. تامہ
2. ناقصہ

رقیت تامہ: کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب اصلاً منعقد نہ ہوا ہو، جیسے خالص غلام۔

رقیت ناقصہ: کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب منعقد ہو گیا ہو، جیسے مدبر، مکاتب، اُمِ ولد۔

رقیت تامہ ہو یا ناقصہ دونوں میراث سے محروم کر دیتی ہیں۔

قتل (Killing)

کسی عاقل بالغ نے اپنے مُورِث کو قتل کر دیا تو وہ قاتل اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ قاتل وارث نہیں بنتا۔ (1)

(1) ترمذی، ابواب الفرائض، باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل، ص795، حدیث:2109۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ لَا یَرِثُ الْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُوْلِ شَیْئًا قاتل مقتول کی وراثت میں سے کچھ بھی نہیں پائے گا۔[1]

قتل کی کل پانچ صورتیں ہیں، لیکن ہر صورت میں قاتل اپنے مقتول کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ صرف ان صورتوں میں محروم ہوتا ہے جن میں قتل سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے، یہ قتل چار قسم ہے:

قتلِ عمد: اس میں قصاص لازم ہوتا ہے۔

شبہِ عمد، قتلِ خطا، قائم مقام خطا: ان تینوں قسموں میں کفارہ لازم آتا ہے۔

اور پانچویں قسم "قتل بالسبب" ہے جس میں نہ قصاص ہے نہ کفارہ بلکہ دیت مخففہ۔ لہٰذا اگر پہلی چار قسموں میں سے کوئی قسم پائی گئی تو قاتل وارث کو مقتول مُورِث سے وراثت نہیں ملے گی جبکہ پانچویں قسم پائی جائے تو وراثت ملے گی۔

اہم نوٹ: قتل کی جن صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم بھی نہیں ہوتا، خواہ قتلِ عمد ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً

(1) غیر مکلف سے قتل ہوا یعنی کسی نابالغ، ناسمجھ یا پاگل سے قتل واقع ہوا۔

(2) کسی کو حق کے مطابق قتل کیا، مثلاً قاضی نے کسی کے قتل کا فیصلہ کیا۔

(3) کسی عذر کی وجہ سے قتل کیا، مثلاً شوہر نے اپنی بیوی یا کسی اور محرم کو کسی کے ساتھ زنا میں ملوث پایا اور دونوں کو قتل کر دیا۔ یونہی اپنی ذات یا مال کے بچاؤ کے لیے قتل کیا جبکہ قتل کے سوا بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو۔

(4) امام کا مطیع کسی باغی کو قتل کر دے۔

(5) کوئی شخص اپنے مُورِث کو حداً یا قصاصاً قتل کر دے۔

مذکورہ تمام صورتوں میں اگرچہ قتل جان بوجھ کر ہوا لیکن ان میں سے کسی صورت میں بھی کفارہ یا قصاص لازم نہیں ہے اس لیے قاتل میراث سے محروم نہیں ہوگا۔

سوال: اگر باپ نے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا ہو تو باپ پر قصاص یا کفارہ لازم نہیں آتا لیکن اس کو وراثت سے محروم کیوں کر دیا جاتا ہے؟

جواب: اصل میں یہ قتل بھی قصاص کو واجب کرنے والا ہے، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اس ارشاد گرامی

(1) دارمی، کتاب الفرائض، باب میراث القاتل، ص1988، حدیث:3122۔

کی وجہ سے اس پر قصاص لازم نہیں، وہ فرمان یہ ہے:

لَا يُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ والد کو وَلَد یعنی بیٹے کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1]

اسی طرح ایک دوسری حدیثِ پاک میں جس میں والد اور وَلَد کے ساتھ ساتھ آقا اور غلام کا بھی ذکر ہے: لَا يُقَادُ مَمْلُوْكٌ مِنْ مَالِكِهٖ وَلَا وَلَدٌ مِنْ وَالِدِهٖ غلام کا اس کے آقا سے اور بیٹے کا اس کے والد سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ [2]

ان احادیث کی وجہ سے اس قتل کے موجَب یعنی قصاص کو تو چھوڑ دیا گیا لیکن اس قتل کی وجہ سے وراثت سے محرومی والا حکم باپ کے حق میں باقی رکھا گیا۔

اختلافِ دینین (Differences of Religion)

وارث اور مورث کے درمیان دِین کا اختلاف وارث کو میراث سے محروم کر دیتا ہے۔ ائمہ اَربعہ کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ [3]

تمام کفار کی آپس میں وراثت کا حکم: فقہائے اَحناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تمام کفار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ تمام کفار ایک ہی ملت ہیں۔

مُرتد (Apostate) کے مورث اور وارث بننے کے احکام

مُرتد وہ شخص ہے جو اسلام سے پھر جائے یا اسلام لانے کے بعد ضروریاتِ دِین میں سے کسی چیز کا اِنکار کرے، جیسے نماز، روزے کی فرضیت کا انکار کرے، یا اللہ کی وحدانیت و ربوبیت کا اِنکار کرے، یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت یا آپ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرے وغیرہ ذلک، یا ایسا قول یا فعل کرے جس کی وجہ سے قائل یا فاعل کافر ہو جاتا ہے۔

مرتد پر اسلام پیش کیا جاتا ہے یعنی اسے اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اگر وہ مہلت چاہے تو تین دن تک مہلت دی

(1) ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب لایقتل والد بولدہ، ص 467، حدیث: 2662۔
(2) مستدرک للحاکم، کتاب الحدود، 8/801، حدیث: 8300۔
(3) بخاری، کتاب الفرائض، باب لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم... الخ، 4/325، حدیث: 6764۔

جاتی ہے اگر اسلام لے آئے تو ٹھیک ورنہ سلطانِ اسلام (حاکم، قاضی) اسے قتل کر دے گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ جس نے اپنے دِین کو بدلا اس کو قتل کر دو۔[1]

البتہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اسلام لائے یا مر جائے۔

مرتد مورث اور وارث بننے کے احکام درج ذیل ہیں:

(1) جب مرتد اپنے اِرتداد پر طبعی موت مر جائے یا قتل کر دیا جائے یا وہ دار الحرب کے ساتھ لاحق ہو جائے یعنی دار الحرب چلا جائے اور قاضی اس کے لُحوق کا حکم لگا دے گویا کہ وہ مر گیا تو اس نے زمانہ اسلام میں جو کچھ کمایا وہ اس کے مسلمان وُرثا کو ملے گا اور جو حالتِ اِرتداد میں کمایا وہ مالِ فئے ہے جو کہ مسلمانوں کے نفع کے لیے بیت المال میں رکھا جائے گا۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک ہے۔

(2) جبکہ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃُ اللہِ علیہما فرماتے ہیں: حالتِ اسلام اور حالتِ ارتداد دونوں زمانوں کا کسب یعنی مال اس کے مسلمان وُرثا کے لیے ہو گا کیونکہ اس نے جو اِعتقاد اپنایا ہوا ہے اس پر اس کو دوام نہیں ہے بلکہ اس کو اسلام میں لوٹ آنے پر مجبور کیا جائے گا اس لیے اس کے حق میں حکمِ اسلام ہی معتبر ہو گا۔[2] امام شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حالتِ اسلام اور حالتِ اِرتداد دونوں زمانوں کا کسب یعنی مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔[3]

(3) جو مال اس نے دار الحرب سے لاحق ہونے کے بعد کمایا تو وہ بالاجماع مالِ فئے ہے۔

(4) اگر عورت مرتدہ ہو تو اس کی تمام کمائی یا کسب خواہ کسی زمانے کا ہو اس کے مسلمان وُرثا کو ملے گا۔

نوٹ: مذکورہ احکام مرتد کے مورِث بننے کے تھے۔

(5) مرتد کے وارث بننے کا حکم یہ ہے کہ مرتد مرد یا عورت کسی مسلمان یا کافر یا مرتد کے وارث نہیں ہوں گے، البتہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر پورے علاقے والے اکٹھے مرتد ہو جائیں تو وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔

---

(1) ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب المرتد عن دینہ، ص445، حدیث:2535۔

(2) شریفیہ شرح سراجیہ، ص11، 12۔

(3) ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/507۔

مالِ فئے اور مالِ غنیمت میں فرق: مالِ فئے وہ مال ہوتا ہے جو کفار سے بغیر حملہ یا بغیر جنگ وجدال کے حاصل کیا جاتا ہے جزیہ اور ذمی کے مال کی طرح، اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ یہ مال مسلمانوں کے نفع اور عمومی مصارف کے لیے بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔

اور جو مال کفار پر حملہ کر کے یا جنگ وجدال سے حاصل کیا جاتا ہے وہ مالِ غنیمت ہوتا ہے جو غازیوں اور دیگر لوگوں کے درمیان شرعی اُصولوں کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔

اختلافِ دارین (Differences of Countries or Difference in Dwelling)

اگر دو آدمیوں جیسے باپ اور بیٹے کا ملک مختلف ہو اور ان دونوں ملکوں کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہو یعنی کہ ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں محفوظ نہ ہو تو ایسی صورت میں باپ، بیٹا ایک دوسرے کی وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

یہاں پر یہ بات یاد رہے! مسلمان کا وارث دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہتا ہو ان کے درمیان اگرچہ بُعد المشرقین یعنی مشرق ومغرب کا فاصلہ ہو، اس کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ یہ مانعِ ارث صرف غیر مسلموں کے لیے ہے۔

نوٹ: ایک دار یعنی ملک دوسرے سے اس وقت مختلف ہو گا جب ہر ملک کی فوج اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ ایک دوسرے کی عصمت یعنی حفاظت لازم نہیں اور ایک دوسرے سے ان کا قتال یعنی لڑائی واقع ہوتی رہتی ہے۔

وراثت کا حصول ولایت وعصمت پر ہے یعنی جو دو لوگ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہوں اور دونوں کی جان ومال اور عزت وآبرو وغیرہ ایک دوسرے سے محفوظ ہوں ان کے درمیان وراثت کا سلسلہ ہوتا ہے۔ ولایت وعصمت کا تعلق نہ ہونے کی صورت میں وراثت حاصل نہیں ہو سکے گی۔

لیکن یاد رہے! اختلافِ دارین سے مراد دار الحرب اور دار الاسلام ہے، دونوں دار الاسلام مراد نہیں باوجود اس کے کہ ان کی فوج اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ ان کے درمیان عصمت پائے جانے کی وجہ سے ان کا ایک دوسرے سے قتال منع ہے۔

اختلافِ مملکت کی ممکنہ صورتیں

اختلافِ دارین حقیقی: ایک شخص جیسے باپ ذمی ہو اور جزیہ (Tax) دے کر مسلمانوں کے ملک دار الاسلام میں رہتا

ہو اور اس کا رشتے دار جیسے بیٹا دارالحرب میں رہتا ہو تو یہ اختلافِ دارین حقیقی ہے، چنانچہ جب کوئی حربی دار الحرب میں مر جائے اور اس کا کوئی وارث دار الاسلام میں ہو یا ذمی دار الاسلام میں مر جائے اور اس کا کوئی وارث دار الحرب میں ہو تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو سکتا، کیونکہ ذمی دار الاسلام والوں میں سے ہے اور حربی دارالحرب والوں میں سے، تو یہ دونوں اگرچہ باعتبارِ ملت کے تو متحد ہیں لیکن حقیقتاً تبایُنِ دارین (ملک مختلف ہونے) کی وجہ سے ان کے درمیان ولایت و عصمت منقطع ہو چکی ہے اس لیے وراثت بھی منقطع ہو گی جس کی بنیاد ولایت و عصمت پر ہوتی ہے۔

اختلافِ دارین حکمی: مثالِ اول: جیسا کہ دار الاسلام میں ایک مستامن (وہ جو امان لے کر دار الاسلام میں آیا) ہو اور اس کا باپ یا بیٹا اسی ملک میں ذمی ہوں تو یہ دونوں اگرچہ حقیقتاً تو ایک ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دونوں دو مختلف ممالک کے شمار ہوں گے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(1) مستامن کو حکماً دار الحرب کا باشندہ قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس کا وطن اصلی دار الحرب ہے اور وہ دار الاسلام میں تو کسی عارضی غرض کی وجہ سے امان لے کر آیا ہے اور ذمی کو دار الاسلام کا باشندہ قرار دیا جائے گا، لہٰذا اختلافِ دارین حکمی ہے۔

(2) مستامن کو اگر کوئی قتل کر ڈالے تو اس پر قصاص نہیں اور کوئی شخص اس کا مال چوری کرے تو اس پر قطعِ ید کی حد نافذ نہیں کی جائے گی جبکہ اگر کوئی ذمی کو قتل کر ڈالے یا اس کا مال چوری کر لے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور سارق (چور) پر قطعِ ید کی حد نافذ کی جائے گی۔

(3) یہ مستامن لوٹ کر دار الحرب جانے پر بھی قادر ہے، حالانکہ قانون یہ ہے کہ جو شخص دار الاسلام کو اپنا وطن بنا لیتا ہے پھر اس کو دارالحرب جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

(4) مستامن کے دار الاسلام میں آنے سے اس کی بیوی نکاح سے نہیں نکلتی اور اس کا اپنے وطن دار الحرب میں رہنے والے رشتہ داروں کے ساتھ سلسلہ توارث بھی قائم رہتا ہے جبکہ ذمی نے دار الاسلام کو مستقل طور پر اپنا وطن بنا لیا ہے۔

مثالِ ثانی: دو مختلف ملکوں کے دو حربی۔ اس مثال میں دو اِحتمال ہیں:

(1) دو مختلف ملکوں کے دو حربی اپنے اپنے ملک میں رہتے ہوں۔

(2) دو مختلف ملکوں کے دو حربی امان لے کر دار الاسلام میں رہتے ہوں۔ یہ دونوں اگرچہ حقیقتاً ایک ہی ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دو مختلف ملکوں کے باشندے ہیں۔

تیسرا باب

- پہلی فصل: فروض اور ذوی الفروض کا تعارف
- دوسری فصل: ذوی الفروض کے احوال
- تیسری فصل: عصبات کا بیان

پہلی فصل: فروض اور ذوی الفروض کا تعارف

(Introduction to Quranic heirs and their definite shares)

فروض

وہ حصے جو شریعت کی طرف سے مقرر ہوں ان کو فروض کہا جاتا ہے۔

فروض چھ ہیں:

ان کو دو فریقوں / قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

فریق اول / پہلی قسم	فریق ثانی / دوسری قسم
نصف، آدھا، $\frac{1}{2}$، Half	ثلثان، دو تہائی، $\frac{2}{3}$، Two thirds
ربع، چوتھائی، $\frac{1}{4}$، Quarter	ثلث، تہائی، $\frac{1}{3}$، One third
ثمن، آٹھواں، $\frac{1}{8}$، Eighth	سدس، چھٹا، $\frac{1}{6}$، Sixth

نوٹ: انہیں عَلَی سَبِیْلِ التَّضْعِیْف اور عَلَی سَبِیْلِ التَّنْصِیْف دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے یعنی $\frac{1}{2}$ کا نصف $\frac{1}{4}$ اور $\frac{1}{4}$ کا نصف $\frac{1}{8}$ ہے، اسی طرح $\frac{2}{3}$ کا نصف $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ کا نصف $\frac{1}{6}$ ہے۔

$\frac{1}{8}$ کا دوگنا $\frac{1}{4}$ اور $\frac{1}{4}$ کا دوگنا $\frac{1}{2}$ ہے، اسی طرح $\frac{1}{6}$ کا دوگنا $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ کا دوگنا $\frac{2}{3}$ ہے۔

جیسے 100 کا نصف 50 اور 50 کا نصف 25 اور 25 کا نصف 12.50 ہے۔

اب 50، 100 کا نصف یعنی آدھا ہے اور 25، 100 کا ربع یعنی چوتھائی ہے جبکہ 12.50، 100 کا ثمن یعنی آٹھواں حصہ ہے۔

12.50 کا ڈبل 25، 25 کا دوگنا 50 اور 50 کا دوگنا 100 ہے۔

اسی طرح 100 کا دو تہائی 66.66 اور 66.66 کا نصف 33.33 اور 33.33 کا نصف 16.66 ہے۔

اب 66.66، 100 کا ثلثان یعنی دو تہائی ہے اور 33.33، 100 کا ثلث یعنی ایک تہائی ہے اور 16.66، 100 کا

سدس یعنی چھٹا حصہ ہے۔

16.66 کا ڈبل 33.33 اور 33.33 کا ڈبل 66.66 ہے۔

ذوی الفروض

وہ وُرثا جو ان مقررہ حصوں کو پانے والے ہیں وہ اصحابِ فرائض یا ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔

ذوی الفروض 12 قسم کے لوگ ہیں جن میں 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں۔

4 مرد: باپ، دادا، اخیافی یعنی ماں شریک بھائی، شوہر۔

8 عورتیں: بیوی، بیٹی، پوتی، عینی یعنی حقیقی سگی بہن، علاتی یعنی باپ شریک بہن، اخیافی یعنی ماں شریک بہن، ماں، جدہ صحیحہ یعنی دادی، نانی۔

نوٹ: علم الفرائض میں جب کوئی رشتہ مطلق (بغیر کسی شرط یا قید کے) بیان کیا جائے تو وہ میت کی طرف منسوب ہوتا ہے مثلاً ماں، باپ، بیٹا، بیوی، شوہر وغیرہ کہا جائے تو مطلب ہوتا ہے: میت کی ماں، میت کا باپ، میت کا بیٹا، میت کا شوہر، میت کی بیوی، مطلق رشتے ہمیشہ میت کے اعتبار سے ہی بیان کیے جائیں وارثوں کے آپس کے رشتے مطلق بیان نہ کیے جائیں کہ اس سے سخت شک وشبہ ہوتا ہے اور مسئلہ حل کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

ذوی الفروض کی تقسیم

ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں:

1. ذوی الفروض نسبی
2. ذوی الفروض سببی

ذوی الفروض نسبی: نسب کی وجہ سے فرضی حصہ پانے والے لوگ ذوی الفروض نسبی کہلاتے ہیں۔

یہ دس قسم کے لوگ ہیں۔ مذکورہ اہلِ فروض میں سے زوجین کے علاوہ باقی سب ذوی الفروض نسبی ہیں۔

ذوی الفروض سببی: سببِ نکاح کی بنیاد پر حصہ وراثت پانے والے لوگ ذوی الفروض سببی کہلاتے ہیں۔

یہ دو افراد ہیں: شوہر اور بیوی۔

ان کو ذوی الفروض سببی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کو فرضی حصہ نسب کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ نکاح کے سبب ملتا ہے۔

نوٹ: ذوی الفروض نسبیہ اہلِ رد میں سے ہیں یعنی کہ بچا ہوا ترکہ جب ذوی الفروض کو دوبارہ دیا جائے گا تو صرف ذوی الفروض نسبیہ کو ملے گا اب کی بار ذوی الفروض سببیہ (زوجین) کو نہیں ملے گا۔

قرآنِ پاک کے مقرر کردہ حِصَص کی تفصیل

نصف $(\frac{1}{2})$: اس کے مستحق پانچ افراد ہیں: شوہر، بیٹی، پوتی، عینی بہن، علاتی بہن۔

ربع $(\frac{1}{4})$: اس کے مستحق دو افراد ہیں: شوہر، بیوی۔

ثمن $(\frac{1}{8})$: اس کی حق دار صرف بیوی ہے۔

ثلثان $(\frac{2}{3})$: اس کے مستحق چار افراد ہیں: دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں، دو یا دو سے زیادہ پوتیاں، دو یا دو سے زیادہ عینی بہنیں، دو یا دو سے زیادہ علاتی بہنیں۔

ثلث $(\frac{1}{3})$: اس کے مستحق دو افراد ہوتے ہیں: ماں، اخیافی بہن و بھائی۔

سدس $(\frac{1}{6})$: اس کے مستحق سات افراد ہوتے ہیں: باپ، دادا، ماں، جدہ صحیحہ، پوتی، علاتی بہن، اخیافی بہن و بھائی۔

دوسری فصل: ذوی الفروض کے اَحوال

باپ کے اَحوال

باپ کے تین اَحوال ہیں:

1. سدس
2. سدس مع العصبہ
3. محض عصبہ

سدس: اگر میت کے صرف بیٹے یا پوتے (اگرچہ نیچے تک) ہوں تو باپ کو سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔

سدس مع العصبہ: اگر میت کے بیٹے نہ ہوں صرف بیٹیاں یا پوتیاں (اگرچہ نیچے تک) ہوں تو باپ کو سدس $\frac{1}{6}$ بھی ملے گا اور جو مال باقی بچے وہ باپ کو بطور عصبہ کے دیا جائے گا اس کو سدس مع العصبہ کہتے ہیں۔

محض عصبہ: اگر میت کے نہ بیٹے ہوں اور نہ بیٹیاں تو باپ کو مالِ وراثت بطور عصبہ ملے گا یعنی باپ کو بطور عصوبت اصحاب فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا۔ اس صورت میں کوئی معین حصہ نہیں، بلکہ جو کچھ بچا ہو گا وہ سب باپ کو ملے گا۔

نوٹ: اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہوں تو ترجیح بیٹوں کو ہو گی یعنی اس صورت میں باپ کو سدس حصہ ملے گا۔

اصل مسئلہ: 6

باپ	بیٹا
$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
1	5

اصل مسئلہ: 6

باپ	بیٹی
$\frac{1}{6}$ مع العصبہ $\times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
1+2=3	3

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 1 حصہ ذی فرض کے طور پر اور 2 حصے عصبہ کے طور پر دیئے گئے۔

اصل مسئلہ:3

ماں	باپ
$\frac{1}{3} \times 3$	عصبہ
1	2

دادا(Grandfather) کے احوال

دادا کے چار احوال ہیں:

1. سدس
2. سدس مع العصبہ
3. محض عصبہ
4. محرومیت

جب میت کا باپ نہ ہو تو دادا کے وہی تین احوال ہیں جو باپ کے ہیں، یعنی سدس، سدس مع العصبہ، محض عصبہ۔

دادا کا چوتھا حال "محرومیت" سے مراد یہ ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم ہوتا ہے۔

وَالْجَدُّ الصَّحِیْحُ کَالْاَبِ اِلَّا فِیْ اَرْبَعِ مَسَائِلَ دادا باپ کی طرح ہوتا ہے سوائے چار مسائل کے۔

اور وہ چار مسائل یہ ہیں:

(1) باپ کے ہوتے ہوئے دادی محروم ہو جاتی ہے، جبکہ دادا کے ہوتے ہوئے دادی محروم نہیں ہوتی۔ اسی طرح دادی کی ماں اور دادی کی ماں کی ماں (اوپر تک) بھی دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نسبت میت کی طرف دادا کے واسطے کے بغیر ہوتی ہے اس لیے دادا کے ہوتے ہوئے یہ جدات محروم نہیں ہوتیں۔ ہاں! دادا کے ہوتے ہوئے دادا کی ماں اور دادا کی ماں کی ماں (اوپر تک) محروم ہوتی ہے کیونکہ ان کی نسبت میت کی طرف دادا کے واسطے سے ہوتی ہے اس لیے دادا کے ہوتے ہوئے یہ جدات محروم ہوتی ہیں۔

(2) اگر کسی مسئلہ میں شوہر اور ماں، باپ یا بیوی اور ماں، باپ جمع ہو جائیں تو شوہر یا بیوی کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی بچے اس بقیہ مال کا $\frac{1}{3}$ ماں کو دیا جائے گا۔ اور اگر کسی مسئلے میں شوہر اور ماں، دادا یا بیوی اور ماں، دادا جمع ہو جائیں تو ایسی صورت میں شوہر یا بیوی کو اس کا حصہ دینے کے بعد بقیہ مال کا $\frac{1}{3}$ نہیں بلکہ کل مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ ماں کو ملے گا

یہ طَرَفین یعنی امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہِ علیہما کے قول پر ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی باپ والی صورت کی طرح ماں کو مَا بَقِیَ کا ثلث ملے گا۔ لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

(3) عینی بہن بھائی اور علاتی بہن بھائی باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم ہوتے ہیں، جبکہ دادا کے ہوتے ہوئے یہ لوگ بالاتفاق محروم نہیں ہوتے بلکہ صرف امام اعظم رحمۃ اللہِ علیہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں، جبکہ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہِ علیہما کے نزدیک یہ محروم نہیں ہوتے بلکہ حصہ پاتے ہیں، اگرچہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہی ہے لیکن پھر بھی اختلاف تو موجود ہے، جبکہ باپ کے ہوتے ہوئے یہ اختلاف نہیں تھا۔

(4) میت نے اپنے مولی العتاقہ یعنی آزاد کرنے والے مولی کا دادا اور اس کا بیٹا چھوڑا تو اس صورت میں بالاتفاق جمیع ولاء اس مولی العتاقہ کے بیٹے کو حاصل ہو گی یعنی سارا مال مولی العتاقہ کا بیٹا لے گا اور دادا کے لیے کچھ بھی نہیں ہو گا، جبکہ اگر مولی العتاقہ کا باپ اور بیٹا موجود ہو تو کیا اب بھی سارا مال بیٹا لے گا؟

اس میں سب کا اتفاق نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہِ علیہ کے نزدیک باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور بقیہ بیٹے کو جبکہ طَرَفَین یعنی امام محمد اور امام اعظم رحمۃ اللہِ علیہما کے نزدیک کُل مال بیٹے کو ہی ملے گا، مطلب یہ ہوا کہ دادا کی صورت میں تو بالاتفاق بیٹے کو ہی سب ولاء حاصل ہو گی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جبکہ باپ والی صورت میں اختلاف ہے۔

نوٹ: فتویٰ طَرَفین کے قول پر ہے۔

اَخیافی (ماں شریک) بہن اور بھائی کے احوال (Conditions of Sister and Brother from Mother)

اخیافی بہن اور بھائی کے احوال ایک جیسے ہیں۔

اخیافی بہن اور بھائی کے تین احوال ہیں:

1. سدس
2. ثلث
3. محرومیت

سدس: اگر میت کا اخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اسے سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔

ثلث: اخیافی بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو ثلث $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔ اس میں مذکر و مؤنث کا فرق نہیں کیا جائے گا یعنی دونوں کو برابر برابر ملے گا۔

محرومیت: باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی (اگرچہ نیچے تک ہوں ان) کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی اور بہن محروم ہوں گے۔

اصل مسئلہ:6

چچا	اخیافی بھائی
عصبہ	$\frac{1}{6}\times 6$
5	1

اصل مسئلہ:3

علاتی بھائی	دو اخیافی بہنیں
عصبہ	$\frac{1}{3}\times 3$
2	1

اصل مسئلہ:3

حقیقی بھائی	اخیافی بھائی و بہن
عصبہ	$\frac{1}{3}\times 3$
2	1

اصل مسئلہ:

اخیافی بہن و بھائی	باپ
محروم	عصبہ
—	تمام مال کا مستحق

شوہر کے احوال

شوہر کے دو احوال ہیں:

1. نصف
2. ربع

نصف: اگر میت کی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی (اگرچہ نیچے تک) نہ ہوں تو شوہر کو نصف $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔

ربع: اگر میت کی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی (اگرچہ نیچے تک) ہوں تو شوہر کو ربع $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔

اصل مسئلہ: 2

شوہر	باپ	اخیافی بھائی
$\frac{1}{2} \times 2$	عصبہ	محروم
1	1	—

اصل مسئلہ: 4

شوہر	بیٹا
$\frac{1}{4} \times 4$	عصبہ
1	3

اصل مسئلہ: 4

شوہر	بیٹی	چچا
$\frac{1}{4} \times 4$	$\frac{1}{2} \times 4$	عصبہ
1	2	1

اصل مسئلہ: 6

شوہر	اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
3	1	2

بیوی کے احوال

بیوی کے دو احوال ہیں:

1. ربع
2. ثمن

ربع: اگر میت کی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی (اگرچہ نیچے تک) نہ ہوں تو بیوی کو ربع $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔
ثمن: اگر میت کی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی (اگرچہ نیچے تک) ہوں تو بیوی کو ثمن $\frac{1}{8}$ حصہ ملے گا۔
نوٹ: بیٹا اور بیٹی میں پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی (نیچے تک) داخل ہیں۔
نوٹ: جس مثال کے اندر بیوی موجود ہو تو پہلے بیوی کو لکھا جاتا ہے پھر دیگر ورثا کو۔ اسی طرح اصحاب فرائض پہلے لکھے جاتے ہیں اور عصبہ بعد میں۔

اصل مسئلہ:4

بیوی	باپ
$\frac{1}{4} \times 4$	عصبہ
1	3

اصل مسئلہ:8

بیوی	بیٹا
$\frac{1}{8} \times 8$	عصبہ
1	7

اصل مسئلہ:8

بیوی	بیٹی	چچا
$\frac{1}{8} \times 8$	$\frac{1}{2} \times 8$	عصبہ
1	4	3

اصل مسئلہ:24

بیوی	باپ	دادا	بیٹا	اخیافی بھائی
$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	محروم	عصبہ	محروم
3	4	—	17	—

بیٹی کے احوال

بیٹی کے تین احوال ہیں:

1. نصف
2. ثلثان
3. تعصیب

نصف: اگر ایک بیٹی ہو تو نصف $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ بیٹا ساتھ نہ ہو۔

ثلثان: دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ثلثان $\frac{2}{3}$ حصہ ملتا ہے بشرطیکہ بیٹا ساتھ نہ ہو۔

تعصیب: اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو تو بیٹی، بیٹے کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی اور اس صورت میں بیٹے کو بیٹی سے دوگنا دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ: 6

بیٹی	باپ
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ
3	1+2=3

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 1 حصہ ذی فرض کے طور پر اور 2 حصے عصبہ کے طور پر دیئے گئے۔

اصل مسئلہ: 12

دو بیٹیاں	شوہر	چچا
$\frac{2}{3} \times 12$	$\frac{1}{4} \times 12$	عصبہ
8	3	1

اصل مسئلہ: 4

شوہر	بیٹا	بیٹی
$\frac{1}{4} \times 4$	عصبہ	عصبہ
1	2	1




اصل مسئلہ: 12

بیٹی	اخیافی بہن	شوہر	دادا	باپ
$\frac{1}{2} \times 12$	محروم	$\frac{1}{4} \times 12$	محروم	$12 \times \frac{1}{6}$ مع العصبہ
6	—	3	—	2+1=3

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 2 حصے ذی فرض کے طور پر اور 1 حصہ عصبہ کے طور پر دیا گیا۔

پوتی (بیٹے کی بیٹی، granddaughter) کے احوال

پوتی کے 6 اَحوال ہیں:

1. نصف
2. ثلثان
3. سدس
4. محرومیت
5. عصبہ
6. محرومیت

نصف: ایک پوتی ہو تو نصف $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ بیٹی ساتھ نہ ہو۔

ثلثان: دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہوں تو ثلثان $\frac{2}{3}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ بیٹی ساتھ نہ ہو۔

سدس: پوتی ایک ہو یا ایک سے زیادہ اگر ان کے ساتھ ایک بیٹی آ جائے تو پوتی یا پوتیوں کو سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا، "تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ" یعنی دو تہائی پورا کرنے کے لیے، کیونکہ بیٹیوں اور پوتیوں کا حق دو تہائی ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يُزَادُ حَقُّ الْبَنَاتِ عَلَى الثُّلُثَيْنِ بیٹیوں کا حق یعنی حصہ دو تہائی ($\frac{2}{3}$) سے زیادہ نہیں کیا جائے گا۔[1]

لہٰذا جب ایک بیٹی نے قوتِ قرابت کی وجہ سے نصف $\frac{1}{2}$ حصہ لے لیا تو پوتیوں کے حق میں سے سدس $\frac{1}{6}$ حصہ بچ گیا جو پوتی یا پوتیوں کو دیا جائے گا۔

$\frac{2}{3}=\frac{1}{6}+\frac{1}{2}$ 50+16.66= 66.66

محرومیت: اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔

(1) شریفیہ شرح سراجیہ، ص 19۔




عصبہ: اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتیاں محروم ہوں گی لیکن اگر پوتیوں کے ساتھ پوتا (جو ان پوتیوں کا بھائی ہو یا ان کے چچا یا تایا کا بیٹا یعنی کزن ہو)، پڑپوتا (یعنی پوتیوں کے بھائی کا بیٹا یعنی پوتیوں کا بھتیجا) یا اس کے نیچے کا بیٹا ہو تو پوتیاں اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی، اس صورت میں مذکر کو مؤنث سے دوگنا ملے گا۔

محرومیت: بیٹے کی موجودگی میں بھی پوتیاں محروم ہو جاتی ہیں۔

اصل مسئلہ:6

باپ	پوتی	اخیافی بھائی
$\frac{1}{6}$ مع العصبہ $\times 6$	$\frac{1}{2}\times 6$	محروم
1+2=3	3	—

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 1 حصہ ذی فرض کے طور پر اور 2 حصے عصبہ کے طور پر دیئے گئے۔

اصل مسئلہ:2

پوتی	بھائی
$\frac{1}{2}\times 2$	عصبہ
1	1

اصل مسئلہ:24

بیوی	دو پوتیاں	بھائی
$\frac{1}{8}\times 24$	$\frac{2}{3}\times 24$	عصبہ
3	16	5

اصل مسئلہ:24

بیوی	بیٹی	پوتی	چچا
$\frac{1}{8}\times 24$	$\frac{1}{2}\times 24$	$\frac{1}{6}\times 24$	عصبہ
3	12	4	5

اصل مسئلہ:6

بھائی	بیٹی	پوتی
عصبہ	$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
2	3	1

اصل مسئلہ:24

باپ	پوتی	دوبیٹیاں	بیوی
$\frac{1}{6} \times 24$ مع العصبہ	محروم	$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$
4+1=5	—	16	3

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 4 حصے ذی فرض کے طور پر اور 1 حصہ عصبہ کے طور پر دیا گیا۔

اصل مسئلہ:24

پوتی	دوپوتے	دوبیٹیاں	بیوی
عصبہ	عصبہ	$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$
1	4	16	3

"لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" کی وجہ سے ہر پوتے کو 2 حصے اور پوتی کو 1 حصہ ملے گا۔

اصل مسئلہ:6

پوتی	پوتا	بیٹی	دوبیٹے	ماں
عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	$\frac{1}{6} \times 6$
محروم	محروم	1	4	1

اصل مسئلہ: 24

پوتی	بیٹی	بیوی	اخیافی بھائی	دادا	باپ
$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{1}{2} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$	محروم	محروم	$24 \times \frac{1}{6}$ مع العصبہ
4	12	3	—	—	4+1=5

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 4 حصے ذی فرض کے طور پر اور 1 حصہ عصبہ کے طور پر دیا گیا۔

حقیقی (سگی) بہن کے احوال (Conditions of sister from both parents)

حقیقی بہن کے پانچ احوال ہیں:

1. نصف
2. ثلثان
3. عصبہ بالغیر
4. عصبہ مع الغیر
5. محرومیت

نصف: اگر حقیقی بہن صرف ایک ہو تو نصف $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ حقیقی بھائی ساتھ نہ ہو۔

ثلثان: اگر حقیقی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان $\frac{2}{3}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ حقیقی بھائی ساتھ نہ ہو۔

عصبہ بالغیر: اگر حقیقی بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بھائی آجائیں تو حقیقی بہن یا بہنیں، حقیقی بھائی یا بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی اور ان کے درمیان ترکہ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" کے طور پر تقسیم ہو گا، یعنی مذکر کو مونث کے مقابلے میں دوگنا دیا جائے گا۔

نوٹ: حقیقی بہنوں کو حقیقی بھائی ہی عصبہ کر سکتا ہے، علاتی بھائی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بہن حقیقی ہو اور بھائی علاتی ہو تو حقیقی بہن اپنا فرضی حصہ پائے گی اور یہ علاتی بھائی بطورِ عصبہ وارث بنے گا۔

عصبہ مع الغیر: اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ بیٹی یا پوتی آجائے تو بیٹی یا پوتی کو حصہ دینے کے بعد بقیہ مال بطورِ عصبہ کے حقیقی بہنوں کو دیا جائے گا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً (حقیقی یا علاتی) بہنوں کو بیٹیوں (یا پوتیوں) کے ساتھ عصبہ بناؤ۔[1]

(1) الاختیار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، 5/94۔

محرومیت: بیٹے، پوتے، پڑپوتے (نیچے تک) اور باپ دادا کی موجودگی میں حقیقی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں۔

اصل مسئلہ:2

عینی / حقیقی بہن	شوہر
$\frac{1}{2} \times 2$	$\frac{1}{2} \times 2$
1	1

اصل مسئلہ:6

اخیافی بھائی	دو حقیقی بہنیں	چچا
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	عصبہ
1	4	1

اصل مسئلہ:4

بیوی	حقیقی بہن	حقیقی بھائی
$\frac{1}{4} \times 4$	عصبہ	عصبہ
1	1	2

اصل مسئلہ:6

دو حقیقی بہنیں	بیٹی	پوتی
عصبہ	$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
2	3	1

اصل مسئلہ:8

بیوی	پوتی	حقیقی بہن
$\frac{1}{8} \times 8$	$\frac{1}{2} \times 8$	عصبہ
1	4	3




اصل مسئلہ:

اخیافی بھائی	دادا	حقیقی بہن
محروم	عصبہ	محروم
—	تمام مال کا مستحق	—

علاتی (باپ شریک) بہن کے احوال (Conditions of Sister from father)

علاتی بہن کے سات احوال ہیں:

1. نصف
2. ثلثان
3. سدس
4. محرومیت
5. عصبہ بالغیر
6. عصبہ مع الغیر
7. محرومیت

نصف: اگر ایک علاتی بہن ہو تو نصف $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ حقیقی بہن ساتھ نہ ہو۔

ثلثان: اگر علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان $\frac{2}{3}$ حصہ ملے گا بشرطیکہ حقیقی بہن ساتھ نہ ہو۔

سدس: اگر علاتی بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو علاتی بہن یا بہنوں کو سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا، "تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ" دو تہائی پورا کرنے کے لیے کیونکہ حقیقی اور علاتی بہنوں کا حق دو تہائی ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يُزَادُ حَقُّ الْبَنَاتِ عَلَى الثُّلُثَيْنِ بیٹیوں کا حصہ دو تہائی سے زیادہ نہیں کیا جائے گا۔"[1]

حدیث میں اگرچہ "بنات" کا لفظ ہے لیکن یہ لفظ حقیقی اور علاتی بہنوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا جب ایک حقیقی بہن نے دو قرابتوں کی وجہ سے نصف $\frac{1}{2}$ حصہ لے لیا تو بہنوں کے حق میں سے سدس $\frac{1}{6}$ حصہ بچ گیا جو علاتی بہن یا بہنوں کو دیا جائے گا۔

$$\frac{2}{3}=\frac{1}{6}+\frac{1}{2} \qquad 66.66=16.66+50$$

محرومیت: اگر دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو علاتی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں۔

---

(1) شریفیہ شرح سراجیہ، ص 19۔




عصبہ بالغیر: اگر دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو علاتی بہنیں محروم ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ علاتی بھائی آجائے تو علاتی بہنیں علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی اور ان کے درمیان ترکہ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" کے مطابق تقسیم ہو گا۔

عصبہ مع الغیر: اگر علاتی بہنوں کے ساتھ بیٹی یا پوتی آجائے تو بیٹی یا پوتی کو حصہ دینے کے بعد بقیہ مال بطورِ عصبہ کے علاتی بہنوں کو دیا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً (حقیقی یا علاتی) بہنوں کو بیٹیوں (یا پوتیوں) کے ساتھ عصبہ بناؤ۔[1]

محرومیت: بیٹے، پوتے، پڑپوتے (نیچے تک) اور باپ دادا کی موجودگی میں علاتی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں بھی علاتی بہنیں محروم ہوں گی نیز جب حقیقی بہن عصبہ بن جائے تو علاتی بہن محروم ہو گی یہ اس وقت ہے جب حقیقی بہن، بیٹی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ بن رہی ہو۔

اصل مسئلہ:2

علاتی بہن	شوہر
$\frac{1}{2} \times 2$	$\frac{1}{2} \times 2$
1	1

اصل مسئلہ:12

بیوی	دو علاتی بہنیں	چچا
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{2}{3} \times 12$	عصبہ
3	8	1

اصل مسئلہ:6

حقیقی بہن	علاتی بہن	دو اخیافی بہنیں
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$
3	1	2

(1) الاختیار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، 5/94۔

اصل مسئلہ:6

حقیقی بہن	علاتی بہن	چچا
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
3	1	2

اصل مسئلہ:3

دو حقیقی بہنیں	علاتی بہن	اخیافی بھائی و بہن
$\frac{2}{3} \times 3$	محروم	$\frac{1}{3} \times 3$
2	—	1

اصل مسئلہ:6

دو حقیقی بہنیں	علاتی بہن	اخیافی بھائی	ماں
$\frac{2}{3} \times 6$	محروم	$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
4	—	1	1

اصل مسئلہ:3

دو حقیقی بہنیں	علاتی بہن	علاتی بھائی
$\frac{2}{3} \times 3$	عصبہ	عصبہ
2	1	

نوٹ: مذکورہ بالا مثال میں کسر واقع ہو رہی ہے جس کی تصحیح کی جائے گی۔ اس کی تفصیل کسر و تصحیح والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصل مسئلہ:6

دو علاتی بہنیں	بیٹی	پوتی
عصبہ	$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
2	3	1

اصل مسئلہ:6

علاتی بہن	باپ	بیٹا
محروم	$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
—	1	5

اصل مسئلہ:6

علاتی بہن	حقیقی بہن	بیٹی	پوتی	اخیافی بہن
محروم	عصبہ	$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	محروم
—	2	3	1	—

ماں کے اَحوال

ماں کے تین اَحوال ہیں:

1. سدس
2. جمیع مال کا ثلث
3. زَوجین سے بچے ہوئے مال کا ثلث

سدس: اگر میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی (نیچے تک) موجود ہو یا حقیقی، علاتی، اخیافی کسی بھی قسم کے دو بھائی یا دو بہنیں یا ایک بھائی اور ایک بہن موجود ہوں تو ماں کو کل مال کا سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔

جمیع مال کا ثلث: جب پہلے حال میں مذکور افراد نہ ہوں یعنی میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) نہ ہوں اور بہن بھائی یا تو بالکل نہ ہوں اور اگر ہوں تو صرف ایک بھائی یا صرف ایک بہن ہو تو اس صورت میں ماں کو کل مال کا ثلث $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔

زوجین سے بچے ہوئے کا ثلث: اگر کسی مسئلہ میں شوہر اور ماں، باپ یا بیوی اور ماں، باپ جمع ہو جائیں تو شوہر یا بیوی کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی بچے اس بقیہ مال کا $\frac{1}{3}$ ماں کو دیا جائے گا۔ اور اگر کسی مسئلے میں شوہر اور ماں، دادا یا بیوی اور ماں، دادا جمع ہو جائیں تو ایسی صورت میں شوہر یا بیوی کو اس کا حصہ دینے کے بعد بقیہ مال کا $\frac{1}{3}$ نہیں بلکہ کل مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ ماں کو ملے گا۔ یہ طرفین یعنی امام محمد اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی باپ والی صورت کی طرح ماں کو ما بقی کا ثلث ملے گا، لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

نوٹ: یہ حال یعنی قانون انہی تین ورثا (شوہر، ماں، باپ یا بیوی، ماں، باپ یا شوہر، ماں، دادا یا بیوی، ماں، دادا) کے ساتھ خاص ہے۔ اگر کوئی اور وارث ساتھ شامل ہو جائے تو پھر اس قانون کے مطابق مسئلہ نہیں بنائیں گے۔

اصل مسئلہ:6

ماں	علاتی بھائی	3علاتی بہنیں
$\frac{1}{6}\times 6$	عصبہ	عصبہ
1	2	3

اصل مسئلہ:3

ماں	باپ
$\frac{1}{3}\times 3$	عصبہ
1	2

اصل مسئلہ:12

بیوی	ماں	حقیقی بھائی
$\frac{1}{4}\times 12$	$\frac{1}{3}\times 12$	عصبہ
3	4	5

اصل مسئلہ:6

شوہر	ماں	باپ
$\frac{1}{2}\times 6$	$\frac{1}{3}\times 3$	عصبہ
3	1	2

اصل مسئلہ:12

بیوی	ماں	باپ
$\frac{1}{4}\times 12$	$\frac{1}{3}\times 9$	عصبہ
3	3	6

اصل مسئلہ:6

شوہر	ماں	دادا
$\frac{1}{2}\times 6$	$\frac{1}{3}\times 6$	عصبہ
3	2	1

اصل مسئلہ:12

بیوی	ماں	دادا
$\frac{1}{4}\times 12$	$\frac{1}{3}\times 12$	عصبہ
3	4	5

جدہ صحیحہ یعنی دادی، نانی کے احوال (Grandmother's condition)

جدہ صحیحہ کی تعریف

ہر وہ دادی، نانی جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد واسطہ نہ بنے، مثلاً باپ کی ماں، باپ کے باپ کی ماں، ماں کی ماں، ماں کی ماں کی ماں۔

ہمارے عرف میں ان کو بالترتیب دادی، پڑدادی، نانی، پڑنانی کہا جاتا ہے۔

جد فاسد کی تعریف

وہ دادا جس کی نسبت میت کی طرف کسی اُم یعنی ماں کے واسطے سے ہو، بالفاظِ دیگر اس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے کوئی عورت واسطہ بنے، جیسے نانا، جد فاسد ہے کیونکہ اس کی نسبت میت کی طرف اُم یعنی عورت کے واسطے سے ہے، لہٰذا نانا کی ماں، نانا کی ماں کی ماں، نانا کے باپ کی ماں، نانا کے باپ کی ماں کی ماں، یہ سب جداتِ فاسدہ ہیں کیونکہ ان تمام میں جد فاسد یعنی نانا واسطہ بن رہا ہے۔ ان کا شمار اصحابِ فرائض میں نہیں ہوتا بلکہ یہ ذَوِی الْاَرحام کے طور پر وراثت پاتے ہیں جبکہ جدہ صحیحہ اصحابِ فرائض میں سے ہے اگرچہ اس کا حصہ قرآنِ کریم میں مقرر نہیں لیکن سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

جدہ صحیحہ کی مثال: نانی، پڑنانی اور اس سے اوپر کی مائیں، یہ رشتے چونکہ ماں کی طرف سے ہوتے ہیں اس لیے انہیں اُمِّیّات کہا جاتا ہے۔

جدہ صحیحہ کی دوسری مثال: دادی، پڑدادی اور اس سے اوپر کی مائیں انہیں اَبُویّات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ رشتے باپ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

نوٹ: ہمارے عرف میں باپ کی ماں کو دادی اور ماں کی ماں کو نانی کہتے ہیں، اصطلاحِ اہلِ فرائض میں دونوں کو جدہ صحیحہ کہا جاتا ہے۔

احوال

جدہ صحیحہ کا ایک ہی حال ہے۔

سدس: جدہ صحیحہ کو ہر صورت میں سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملتا ہے، جدہ صحیحہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ جدہ صحیحہ اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب $\frac{1}{6}$ میں برابر کی شریک ہوں گی۔

جدہ صحیحہ کے مسائل

(1) ماں کے ہوتے ہوئے ابویات، اُمیات ہر طرح کی جداتِ صحیحہ مطلقاً محروم ہوں گی۔

(2) باپ کی موجودگی میں ابویات جدہ محروم ہوں گی جبکہ امیات جدہ محروم نہیں ہوتیں۔

(3) دادا کی موجودگی میں بھی ابویات جدہ محروم ہوں گی سوائے دادی کے، کیونکہ دادی دادا کے برابر ہے۔ اسی طرح دادی کی ماں اور دادی کی ماں کی ماں (اوپر تک) بھی دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہیں ہوتی۔ ہاں! دادا کے ہوتے ہوئے دادا کی ماں اور دادا کی ماں کی ماں (اوپر تک) محروم ہوتی ہیں۔

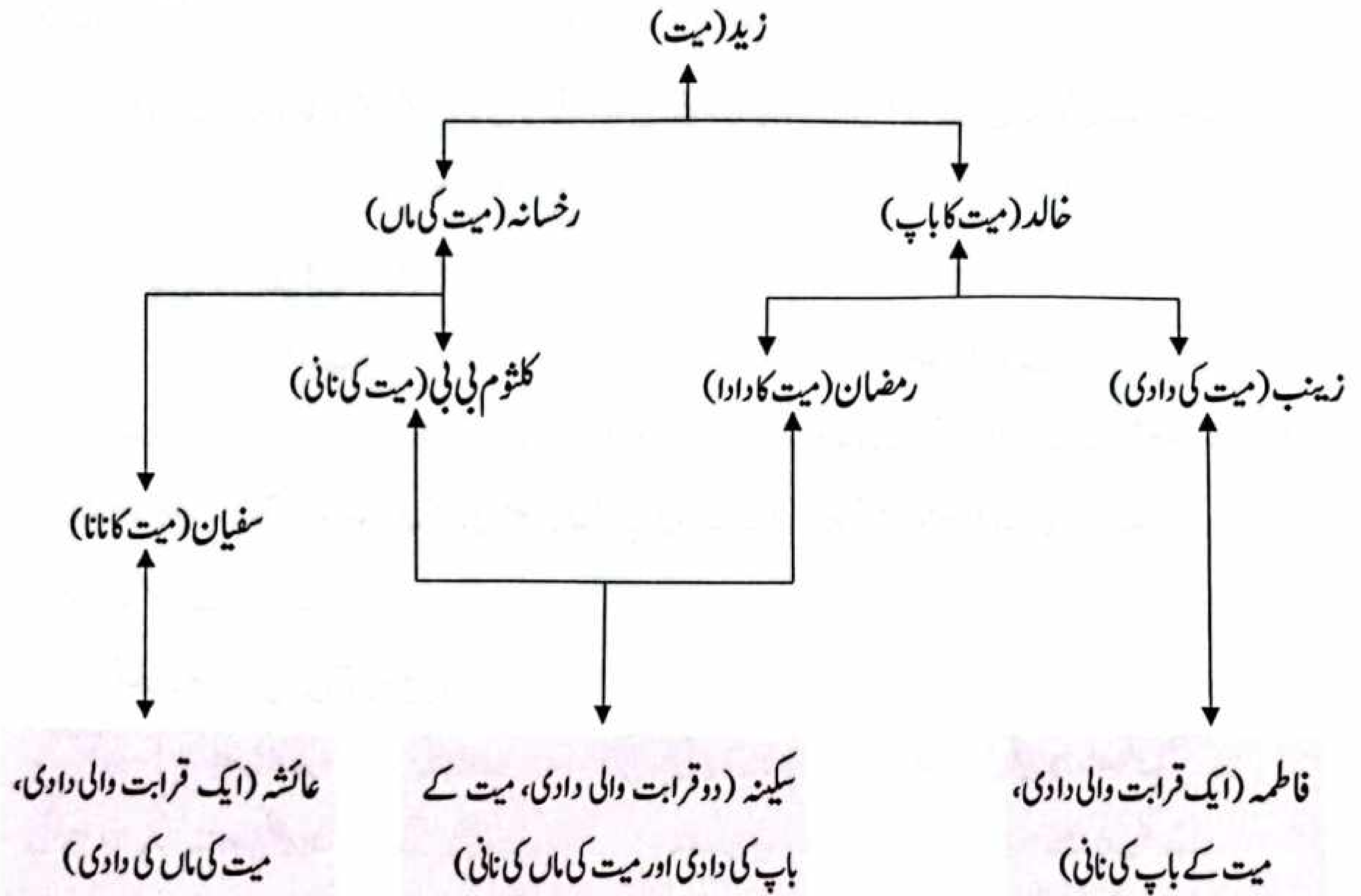
(4) ایک درجہ کی جدات جمع ہو جائیں تو سب اسی $\frac{1}{6}$ میں برابر کی شریک ہوں گی، جیسے کسی مسئلے میں دادی اور نانی دونوں موجود ہوں تو $\frac{1}{6}$ میں دونوں برابر کی شریک ہوں گی۔

(5) ایک طرف کی جدہ صحیحہ اپنی اور دوسری طرف کی دور کی جداتِ صحیحہ کو محروم کر دیتی ہے خواہ خود اسے حصہ مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، جیسے دادی، پڑدادی اور پڑنانی اگر کسی مسئلے میں جمع ہو جائیں تو دادی، پڑدادی اور پڑنانی دونوں کو محروم کر دے گی خواہ دادی کسی اور جیسے باپ کی وجہ سے خود بھی محروم ہو رہی ہو۔

(6) دو قرابت والی جدہ صحیحہ ایک قرابت والی کے ساتھ جمع ہو جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اَبدان (بدن کی جمع) کا اعتبار کرتے ہوئے دونوں کو برابر برابر یعنی آدھا آدھا حصہ ملے گا یعنی دونوں $\frac{1}{6}$ میں برابر کی

شریک ہوں گی، جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہات کا اعتبار کرتے ہوئے دو قرابت والی کو دو حصے اور ایک قرابت والی کو ایک حصہ ملے گا یعنی $\frac{1}{6}$ کے تین حصے کیے جائیں گے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور دو حصے دو قرابت والی کو ملیں گے۔

جیسے دادی کی ماں ایک طرف ہو اور دوسری طرف نانی کی ماں ہو اور جو نانی کی ماں ہے وہی دادا کی ماں ہو۔



اسی طرح اگر 3 قرابت والی جدہ صحیحہ ایک قرابت والی جدہ صحیحہ کے ساتھ جمع ہو جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کو آدھا آدھا حصہ برابری کی بنیاد پر ملے گا، جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سدس $\frac{1}{6}$ کے 4 حصے کیے جائیں گے 3 حصے 3 قرابت والی کو اور 1 حصہ 1 قرابت والی کو دیا جائے گا۔

نوٹ: فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔

تیسری فصل: عصبات کا بیان

(The Agnatic relation)

لغوی معنی

لغت میں باپ کی طرف سے رشتہ داری کو عصبہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی

ہر وہ رشتہ دار جو اصحابِ فرائض سے بچ جانے والا مال لے اور اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے، عصبہ کہلاتا ہے۔

عصبہ کی اَقسام

عصبہ کی دو قسمیں ہیں:

1. عصبہ بالنسب
2. عصبہ بالسبب

عصبہ بالنسب(The agnatic relations of the deceased): وہ عصبات جو نسب کی وجہ سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔

عصبہ بالسبب: یعنی وہ عصبات جن کی عصوبت نسب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ عتق یا موالات کی وجہ سے ہو۔

عصبہ بالنسب کی اَقسام

عصبہ بالنسب کی تین اَقسام ہیں:

1. عصبہ بنفسہ
2. عصبہ لغیرہ
3. عصبہ مع غیرہ

عصبہ بنفسہ

ہر وہ مرد جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں عورت درمیان میں نہ آئے۔

نوٹ: میت کی طرف منسوب ہونے میں جن ورثا کے لیے عورت واسطہ بن رہی ہو وہ ورثا عصبہ نہیں بن سکتے بلکہ وہ یا تو ذی فرض ہوتے ہیں، جیسا کہ ماں کی اولاد یعنی اَخیافی بہن بھائی یا ذَوِی الاَرحام ہوتے ہیں، جیسا کہ نواسہ اور نانا وغیرہ۔

عصبہ بنفسہ (Male Agnates) کی اقسام

جزءِ میت: بیٹا، پوتا، پڑپوتا (نیچے تک)۔

اصل میت: باپ، دادا، پڑدادا (اوپر تک)۔

جزءباپ یعنی میت کے باپ کا جز: جیسے حقیقی بھائی، علاتی بھائی، حقیقی بھائی کا بیٹا (Nephew)، علاتی بھائی کا بیٹا (نیچے تک مذکر اولاد)۔

جزءِدادا یعنی میت کے دادا کا جز: جیسے حقیقی چچا، علاتی چچا، حقیقی چچا کا بیٹا، علاتی چچا کا بیٹا (نیچے تک مذکر اولاد)۔

عصبہ بنفسہ میں مال تقسیم کرنے کے اصول

(1) جب تک پہلی قسم کا کوئی فرد عصبہ موجود ہے بعد والے درجے کا کوئی فرد عصبہ نہیں بن سکتا، اگرچہ اصحاب فرائض میں سے ہوسکتا ہے، جیسے بیٹا اور باپ اگر کسی مسئلہ میں جمع ہو جائیں تو بیٹا عصبہ ہے جبکہ باپ ذی فرض۔

(2) اَقرب کے ہوتے ہوئے اَبعد محروم ہو گا۔ اقرب، ابعد کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی درجے میں ایک کا رشتہ قریب ہے اور دوسرے کا بعید ہے، جیسے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، اسی طرح باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم ہوتا ہے۔

(3) دو قرابت والے کے ہوتے ہوئے ایک قرابت والا محروم ہو گا، جیسے حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے علاتی بھائی محروم ہو گا۔

نوٹ: جب دو حصہ دار جمع ہو جائیں تو پہلے اقربیت اور ابعدیت کو دیکھا جائے گا، اگر قُرب و بُعد میں برابر ہوں تو ان کی قرابت کی طرف نظر کی جائے گی تو جس کی دو قرابتیں ہوں گی اس کو حصہ ملے گا اور ایک قرابت والا محروم ہو جائے گا۔

(4) عصبات میں ترکے کی تقسیم فی کَس کے اعتبار سے ہو گی نہ کہ نمائندگی کے اصول کے اعتبار سے، جیسے ایک شخص فوت ہوا اس نے ایک بھائی کی اولاد میں ایک بیٹا اور دوسرے بھائی کی اولاد میں 5 بیٹے چھوڑے تو ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے جو ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کیے جائیں گے۔ یہ نہیں کیا جائے گا کہ نمائندگی کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ترکہ کے 2 حصے کیے جائیں، ایک حصہ ایک بھائی کے بیٹے کو اور ایک حصہ دوسرے بھائی کے پانچ بیٹوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

عصبہ بغیرہ (Female Agnates)

ہر وہ عورت رشتہ دار جس کا فرضی حصہ نصف یا ثلثان ہو اور وہ اپنے بھائیوں یعنی برابر کے مذکر کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہو۔

یہ کچھ مرد اور کچھ عورتیں ہیں: بیٹا اور بیٹی، پوتا اور پوتی، حقیقی بھائی اور حقیقی بہن، علاتی بھائی اور علاتی بہن۔

نوٹ: وہ عورت جس کا فرضی حصہ نصف یا ثلثان نہ ہو اور اس کا بھائی عصبہ ہو ایسی عورت اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنتی، جیسے پھوپھی چچا کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنے گی کیونکہ پھوپھی کا فرضی حصہ نصف یا ثلثان نہیں ہے۔

عصبہ مع غیرہ (Female Agnates)

ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کی موجودگی میں عصبہ بنے، جیسے سگی بہن یا علاتی بہن جب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ملتی ہے تو عصبہ بن جاتی ہے۔

عصبہ بالسبب کی اَقسام

عصبہ بالسبب کی دو قسمیں ہیں:

1. مولی العتاقہ
2. مولی الموالات

نوٹ: دونوں قسموں کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

ذوی الفروض اور عصبات سے متعلقہ مشقی سوالات

1. ماں، باپ۔
2. باپ، دادی، 2 اخیافی بھائی۔
3. شوہر، دادا، پڑدادی، سگی بہن۔
4. بیوی، پوتی، علاتی بہن، ماں، نانی۔
5. بیٹی، پوتی، اخیافی بہن، حقیقی بہن، علاتی بہن، ماں۔
6. شوہر، باپ، دادا، اخیافی بھائی، 2 بیٹے، حقیقی بھتیجا، علاتی چچا۔
7. بیوی، ماں، دادا، بیٹی، پوتی، نانی، پڑپوتا، حقیقی چچا۔
8. علاتی بہن، اخیافی بھائی، شوہر، سگا بھائی، سگی بہن، ماں، دادی، پوتا، علاتی بھتیجا۔
9. 2 بیٹیاں، 2 پوتیاں، پوتا، دادی، شوہر، 2 اخیافی بہنیں، باپ، ماں، علاتی بھائی، علاتی چچا۔
10. باپ، دادا، اخیافی بھائی، شوہر، بیٹی، پوتی، علاتی بہن، ماں، نانی، حقیقی بھائی، حقیقی بہن۔
11. بیوی، 3 پوتیاں، 4 بیٹے، نانی، پڑدادی، دادا، ماں، حقیقی بہن، اخیافی بہن، حقیقی بھائی کے بیٹے کا بیٹا، سگے چچا کا بیٹا، پڑپوتا۔
12. شوہر، باپ، دادا، علاتی بہن، علاتی بھائی، اخیافی بھائی، ماں، دادی، بیٹی، پوتی، پوتا، علاتی بھائی کا بیٹا، علاتی چچا کا بیٹا۔

چوتھا باب

- پہلی فصل: حجب کا بیان

- دوسری فصل: مخارج الفروض یعنی اصلِ مسئلہ بنانے کا طریقہ

- تیسری فصل: عَول کا بیان

پہلی فصل : حجب کا بیان

(Deterring from inheritance)

لغوی معنی

حجب کالغوی معنی "روکنا" ہے۔

اِصطلاحی معنی

اصطلاحِ اہلِ فرائض میں کسی مخصوص شخص کو کسی دوسرے شخص کی موجودگی میں وراثت سے کلی یا جزوی طور پر محروم کر دینا، حجب کہلاتا ہے۔

حجب کی اَقسام

حجب کی دو اَقسام ہیں:

1. حجبِ نقصان
2. حجبِ حرمان

حجبِ نقصان

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص وراثت کے زیادہ حصہ کا مستحق ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے آدمی کی موجودگی اس کے حصے میں کمی کا باعث بن جاتی ہے یعنی اس کی عدم موجودگی میں جتنا حصہ ملنا تھا اب اس کی موجودگی میں اس سے کم حصہ ملے۔

حجب کی اس قسم سے 5 ورثا متاثر ہوتے ہیں:

شوہر: اولاد نہ ہو تو نصف $\frac{1}{2}$ اور اگر اولاد ہو تو ربع $\frac{1}{4}$ حصہ ملتا ہے۔

بیوی: اولاد نہ ہو تو ربع $\frac{1}{4}$ اور اگر اولاد ہو تو ثمن $\frac{1}{8}$ ملتا ہے۔

ماں: میت کی اولاد نہ ہو اور کسی قسم کے دو بھائی یا دو بہنیں یا ایک بھائی اور ایک بہن نہ ہو تو ماں کو ثلث $\frac{1}{3}$ ملتا ہے بصورتِ دیگر سدس $\frac{1}{6}$ ملتا ہے۔

پوتی: میت کی بیٹی نہ ہو تو پوتی کو نصف $\frac{1}{2}$ ملتا ہے اور اگر میت کی بیٹی ہو تو سدس $\frac{1}{6}$ حصہ ملتا ہے۔

علاتی بہن: حقیقی بہن کی عدم موجودگی میں علاتی بہن نصف $\frac{1}{2}$ پاتی ہے لیکن حقیقی بہن کی موجودگی میں سدس $\frac{1}{6}$ حصہ پاتی ہے۔

حجبِ حرمان

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے وارث کو اس کی وراثت سے بالکل ہی محروم کردے اور کچھ بھی نہ حاصل کرنے دے۔ حجبِ حرمان میں ورثا کی دو قسمیں یعنی دو فریق ہیں:

پہلا فریق: ایسا ہے کہ جو کسی حال میں کلیۃً یعنی مکمل طور پر مجوب نہیں ہوتا۔

وہ ورثا جو حجبِ حرمان کے طور پر کبھی بھی مجوب نہیں ہوتے وہ تین مرد اور تین عورتیں ہیں۔ مرد: باپ، بیٹا اور شوہر جبکہ عورتیں: بیٹی، ماں اور بیوی ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو مکمل طور پر وراثت سے کبھی بھی محروم نہیں ہوتے اگرچہ ان میں سے بعض حجبِ نقصان کے طور پر مجوب ہوتے ہیں، جیسے ماں، زوجہ اور زوج۔

دوسرا فریق: ایسا ہے جو بعض احوال میں وراثت پاتا ہے اور بعض احوال میں مجوب ہوتا ہے اس فریق میں حجبِ حرمان دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدہ نمبر 1: ہر وہ رشتہ دار جو میت کی طرف کسی واسطے سے منسوب ہوتا ہے وہ رشتہ دار اس واسطے کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے سوائے اخیافی بہنوں اور اخیافی بھائیوں کے، کہ وہ باوجود یہ کہ ماں کے واسطے سے رشتہ دار ہوتے ہیں، ماں کی موجودگی میں بھی حصہ پاتے ہیں کیونکہ ماں کسی طور پر جمیع ترکے کی حقدار نہیں ہوتی اس لیے بچ جانے والا مال اس کی اولاد کو ملتا ہے۔

قاعدہ نمبر 2: "اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ" جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ زیادہ حق دار ہے۔

نوٹ: اپنے کسی عمل یا وصف کی وجہ سے مکمل طور پر میراث سے محروم رہنے والا شخص جیسے کافر، غلام، قاتل وغیرہ کسی دوسرے کے لیے حاجب نہیں بن سکتا، نہ حاجبِ نقصان اور نہ حاجبِ حرمان۔ احناف اور عام صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے، جبکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا شخص حاجبِ نقصان تو ہو سکتا ہے حاجبِ حرمان نہیں ہو سکتا۔

مثال: ایک مسلمان عورت کا انتقال ہوا اس نے ورثا میں کافر بیٹا، مسلمان زوج، دو اخیافی بھائی مسلمان چھوڑے۔

اور جو خود کسی دوسرے وارث کی وجہ سے مجوب یعنی محروم ہوتا ہے وہ دوسروں کے لیے بالاتفاق حاجب بن سکتا ہے، جیسا کہ دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی کسی بھی جہت سے ہوں کہ یہ باپ کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں پاتے یعنی محروم ہوتے ہیں لیکن ماں کو ثلث $\frac{1}{3}$ سے سدس $\frac{1}{6}$ کی طرف مجوب کر دیتے ہیں۔

اسی طرح دادی باپ کے ہوتے ہوئے میراث نہیں پاتی لیکن ماں کی ماں کو یعنی پڑنانی کو محروم کر دیتی ہے۔

دوسری فصل: مخارج الفروض یعنی اصل مسئلہ بنانے کا طریقہ

وراثت میں معینہ حصے دو طرح کے ہیں:

فریق اول / پہلی قسم	فریق ثانی / دوسری قسم
نصف، آدھا، $\frac{1}{2}$	ثلثان، دو تہائی، $\frac{2}{3}$
ربع، چوتھائی، $\frac{1}{4}$	ثلث، تہائی، $\frac{1}{3}$
ثمن، آٹھواں، $\frac{1}{8}$	سدس، چھٹا، $\frac{1}{6}$

انہیں عَلیٰ سَبِیْلِ التَّضْعِیْف اور عَلیٰ سَبِیْلِ التَّنْصِیْف دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔

یعنی $\frac{1}{2}$ کا نصف $\frac{1}{4}$ اور $\frac{1}{4}$ کا نصف $\frac{1}{8}$ ہے، اسی طرح $\frac{2}{3}$ کا نصف $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ کا نصف $\frac{1}{6}$ ہے۔

$\frac{1}{8}$ کا دوگنا $\frac{1}{4}$ اور $\frac{1}{4}$ کا دوگنا $\frac{1}{2}$ ہے، اسی طرح $\frac{1}{6}$ کا دوگنا $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ کا دوگنا $\frac{2}{3}$ ہے۔

طُرق (قواعد)

1. اگر کسی مسئلہ میں عصبہ کے ساتھ یا عصبہ کے بغیر صرف ایک معین فرض حصہ آئے تو اسی معین فرض حصہ سے اصل مسئلہ بنائیں گے۔ یعنی $\frac{1}{2}$ کا اصل مسئلہ 2 اور $\frac{1}{4}$ کا اصل مسئلہ 4 اور $\frac{1}{6}$ کا اصل مسئلہ 6 آئے گا، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ یعنی اس صورت میں ہر فرض حصے کا مخرج اس کا ہم نام ہوتا ہے، جیسے ثمانیہ، ثمن کا مخرج یعنی اصل مسئلہ ہے، ستہ (جو کہ اصل میں سِدْسَۃٌ تھا) سدس کا مخرج ہے، اربعہ ربع کا مخرج ہے، ثلاثہ ثلث کا مخرج ہے، سوائے اثنین کے کہ وہ نصف کا مخرج ہے۔

نوٹ: اصل مسئلہ بنانے میں عصبہ کا کوئی عمل دخل نہیں عصبہ 100 بھی ہو جائیں پھر بھی اصل مسئلہ ذی فرض سے بنے گا۔

اصل مسئلہ: 3

ماں	باپ
$\frac{1}{3} \times 3$	عصبہ
1	2

اصل مسئلہ:8

بیٹا	بیوی
عصبہ	$\frac{1}{8} \times 8$
7	1

2. اگر فروض ایک ہی فریق سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں جو اقل فرض حصہ ہے اس سے اصل مسئلہ بنائیں گے، جیسے $\frac{1}{2}$ اور $\frac{1}{4}$ کسی مسئلے میں جمع ہو جائیں تو ان میں اقل $\frac{1}{4}$ ہے لہٰذا اصل مسئلہ 4 آئے گا۔ اسی طرح $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ کسی مسئلے میں جمع ہو جائیں تو ان میں اقل $\frac{1}{6}$ ہے لہٰذا اصل مسئلہ 6 آئے گا، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

اصل مسئلہ:6

2 بیٹیاں	باپ
$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ
4	1+1=2

اصل مسئلہ:4

بیٹی	شوہر
$\frac{1}{2} \times 4$	$\frac{1}{4} \times 4$
2	1

نوٹ: یہ مثال رد کی ہے جس کی تفصیل رد والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

3. جب فریق اول کا $\frac{1}{2}$ فریق ثانی کے تمام یا کسی بھی حصے کے ساتھ ملے تو اصل مسئلہ 6 آئے گا۔

اصل مسئلہ:6

ماں	شوہر
$\frac{1}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
2	3

نوٹ: یہ مثال رد کی ہے جس کی تفصیل رد والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصل مسئلہ: 6

باپ	بیٹی
$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ	$\frac{1}{2} \times 6$
1+2=3	3

نوٹ: مذکورہ مثال میں باپ کو 1 حصہ ذی فرض کے طور پر اور 2 حصے عصبہ کے طور پر دیئے گئے۔

اصل مسئلہ: 6ع7

دو حقیقی بہنیں	شوہر
$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
4	3

نوٹ: یہ مثال عول کی ہے جس کی تفصیل عول والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

4. جب فریق اول کا $\frac{1}{4}$ فریق ثانی کے تمام یا کسی بھی حصے کے ساتھ ملے تو اصل مسئلہ 12 آئے گا۔

اصل مسئلہ: 12

دو بیٹیاں	شوہر
$\frac{2}{3} \times 12$	$\frac{1}{4} \times 12$
8	3

نوٹ: یہ مثال رد کی ہے جس کی تفصیل رد والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

5. جب فریق اول کا $\frac{1}{8}$ فریق ثانی کے تمام یا کسی بھی حصے کے ساتھ ملے تو اصل مسئلہ 24 آئے گا۔

اصل مسئلہ: 24

دو بیٹیاں	بیوی
$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$
16	3

نوٹ: یہ مثال رد کی ہے جس کی تفصیل رد والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

6. اگر فریق اول کے ایک سے زیادہ فرض حصے فریق ثانی کے تمام یا کسی بھی حصے کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فریق اول میں جو اقل فرض حصہ ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے فریق اول کا $\frac{1}{2}$ اور $\frac{1}{4}$ فریق ثانی کے صرف $\frac{1}{3}$ کے ساتھ یا $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ کے ساتھ مل جائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ فریق اول کا صرف $\frac{1}{4}$ فریق ثانی کے ساتھ ملا ہے اور جب فریق اول کا $\frac{1}{4}$ فریق ثانی تمام یا بعض کے ساتھ ملے تو اصل مسئلہ 12 آتا ہے لہٰذا اصل مسئلہ 12 آئے گا، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

اصل مسئلہ:12

باپ	شوہر	بیٹی
$\frac{1}{6} \times 12$ مع العصبہ	$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{2} \times 12$
1+2=3	3	6

7. اگر کسی مسئلہ میں معین فرض حصہ ہی نہ ہو، جیسے بیٹا اور بیٹی تو اسے حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیاں شمار کر لیا جائے اور مجموعی تعداد سے اصل مسئلہ بنالیا جائے۔

اصل مسئلہ:14

4 بیٹیاں	5 بیٹے
عصبہ	عصبہ
4	10

تیسری فصل: عَول کا بیان

(Shares excess)

لغوی معنی

عَول کا لغوی معنیٰ "رفع، بلندی" ہے۔

اِصطلاحی معنی

اہلِ فرائض کی اصطلاح میں جب مخرج یعنی اصل مسئلہ تنگ ہو جائے اور اصحابِ فرائض کے حصے پورے نہ نکل رہے ہوں بلکہ حصے زیادہ ہوں اور اصل مسئلہ یعنی مخرج سے بڑھ جائیں تو اصل مسئلہ کو کچھ بڑھا دینے کا نام عَول ہے۔

وضاحت

یعنی اصل مسئلہ جو بنایا گیا ہے اصحابِ فرائض میں تقسیم کیے جانے والے حصوں سے کم پڑ جائے، جیسے مسئلہ 12 کا ہے اور نیچے سہام 13 ہیں۔

اس کو حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصحابِ فرائض کے جتنے سہام یعنی حصے بڑھ جائیں وہ اصل مسئلہ میں لفظ "ع" لکھ کر جمع کر دیں، اس طرح "اصل مسئلہ: 6ع7"۔

اصل مسئلہ ہمیشہ درج ذیل سات اعداد سے بنتا ہے۔

2	3	4	6	8	12	24

ان میں سے عَول صرف درج ذیل تین اعداد میں ہوتا ہے۔

6	12	24

قواعد

1. جہاں اصل مسئلہ 6 ہو وہاں عول 7، 8، 9، 10 تک ہو سکتا ہے۔ اگر عول 11 ہو گا تو اصل مسئلہ غلط بنا ہوا ہے۔

اصل مسئلہ: 6 ع 7

دو حقیقی بہنیں	شوہر
$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
4	3

اصل مسئلہ: 6 ع 8

ایک اخیافی بہن	دو علاتی بہنیں	شوہر
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
1	4	3

اصل مسئلہ: 6 ع 9

دو اخیافی بہنیں	دو حقیقی بہنیں	شوہر
$\frac{1}{3} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
2	4	3

اصل مسئلہ: 6 ع 10

ماں	دو اخیافی بھائی	دو حقیقی بہنیں	شوہر
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
1	2	4	3

2. اگر اصل مسئلہ 12 ہو تو وہاں عول 13، 15، 17 ہو سکتا ہے۔ اگر عول 19 ہو تو اصل مسئلہ غلط ہے۔

اصل مسئلہ: 12 ع 13

دو حقیقی بہنیں	اخیافی بہن	بیوی
$\frac{2}{3} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$	$\frac{1}{4} \times 12$
8	2	3

اصل مسئلہ:12ع 15

بیوی	دواخیافی بہنیں	دو حقیقی بہنیں
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{3} \times 12$	$\frac{2}{3} \times 12$
3	4	8

اصل مسئلہ:12ع 17

بیوی	دو حقیقی بہنیں	دواخیافی بہنیں	ماں
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{2}{3} \times 12$	$\frac{1}{3} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$
3	8	4	2

3. اگر اصل مسئلہ 24 ہو تو وہاں عول صرف 27 ہو سکتا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ ہو تو اصل مسئلہ غلط ہے۔

اصل مسئلہ:24ع 27

بیوی	دو بیٹیاں	ماں	باپ
$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$ مع العصبہ
3	16	4	4

نوٹ: اس مسئلہ کو مسئلہ منبریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سائل کے جواب میں منبر پر خطبہ کے دوران اس مسئلہ کا جواب دیا تھا۔

اہم وضاحت: جب اصل مسئلہ 24 ہو تو عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک عول 31 بھی ہو سکتا ہے، جیسے کوئی شخص فوت ہوا اور اس نے ورثا میں بیوی، ماں، 2 حقیقی بہنیں، 2 اخیافی بہنیں، اور کافر بیٹا چھوڑا تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اصل مسئلہ 24 آئے گا کیونکہ اس مسئلہ میں فریقِ اول کا $\frac{1}{8}$ فریقِ ثانی کے ساتھ مل رہا ہے، اس لیے اصل مسئلہ 24 آئے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک محروم بالکلیہ (کافر بیٹا) حاجبِ حرمان تو نہیں بن

سکتا لیکن حاجبِ نقصان بن سکتا ہے، جبکہ احناف اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بالکلیہ میراث سے محروم رہنے والا شخص کسی دوسرے کے لیے حاجب نہیں بن سکتا، نہ حاجبِ نقصان اور نہ ہی حاجبِ حرمان۔ لہٰذا احناف کے نزدیک اس صورت میں اصل مسئلہ 12 آئے گا کیونکہ اس مسئلہ میں فریقِ اول کا $\frac{1}{4}$ فریقِ ثانی کے ساتھ مل رہا ہے، اس لیے اصل مسئلہ 12 آئے گا۔

عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک:

اصل مسئلہ:24ع31

بیوی	ماں	2 حقیقی بہنیں	2اخیافی بہنیں	کافر بیٹا
$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{3} \times 24$	محروم
3	4	16	8	—

احناف کے نزدیک:

اصل مسئلہ:12ع17

بیوی	ماں	2 حقیقی بہنیں	2اخیافی بہنیں	کافر بیٹا
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$	$\frac{2}{3} \times 12$	$\frac{1}{3} \times 12$	محروم
3	2	8	4	—

مخارج الفروض (اصل مسئلہ) اور عول سے متعلقہ مشقی سوالات

1. بیوی، 5 حقیقی بہنیں، نانی، دادی، 3 اخیافی بھائی۔
2. 2 پوتیاں، بیوی، باپ، نانی، چچا۔
3. بیوی، بیٹی، پوتی، ماں، باپ۔
4. بیوی، 2 بیٹیاں، ماں، باپ۔
5. شوہر، ماں، باپ، دادی، 3 بیٹیاں۔
6. شوہر، 3 حقیقی بہنیں، 2 علاتی بہنیں، اخیافی بھائی، سگا بھائی۔
7. شوہر، 4 پوتیاں، ماں، دادا۔
8. بیٹی، 2 پوتیاں، 3 پرپوتیاں، باپ، دادی، ماں کی نانی، شوہر۔
9. شوہر، 2 بیٹیاں، ماں، باپ۔
10. بیوی، 2 اخیافی بہنیں، 2 سگی بہنیں، ماں۔
11. شوہر، عینی بہن، ماں۔
12. شوہر، 2 علاتی بہنیں، 2 اخیافی بھائی، نانی۔

پانچواں باب

- پہلی فصل: نسبت کا بیان
- دوسری فصل: کسر و تصحیح
- تیسری فصل: تخارُج کا بیان
- چوتھی فصل: رَد کا بیان

پہلی فصل: نسبت (Ratio) کا بیان

نسبتیں چار ہیں:

1. تماثل
2. تداخل
3. توافق
4. تباین

تماثل (Equivalent/Correspondence)

ایک عدد کا دوسرے عدد کے برابر ہونا تماثل کہلاتا ہے، جیسا کہ 4 اور 4۔

جن دو عددوں کے درمیان تماثل کی نسبت ہو ان اعداد کو متماثلین کہا جاتا ہے۔

تداخل

پہلی تعریف

چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا کر دے یعنی چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے ایک یا چند مرتبہ تفریق یعنی مائنس کریں تو بڑے عدد سے کچھ بھی باقی نہ بچے، جیسے 4 اور 20۔ 4 کو 5 مرتبہ 20 سے مائنس کریں تو بڑے عدد سے کچھ باقی نہیں بچتا۔

دوسری تعریف

چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے، جیسے 3 اور 6، 4 اور 8۔

جن دو اعداد میں تداخل کی نسبت ہو انہیں متداخلین کہا جاتا ہے۔

تیسری تعریف

چھوٹے عدد پر اس کی ایک مثل یا ایک سے زیادہ اَمثال بڑھائی جائیں تو چھوٹا عدد اکثر کے مساوی ہو جائے، جیسے 9 اور 27۔ 9 پر اس کی مثل کو 2 مرتبہ بڑھایا جائے تو 27 ہو جاتا ہے۔

چوتھی تعریف

چھوٹا عدد بڑے عدد کا جز ہو یعنی کسور میں سے کوئی نہ کوئی کسر ہو، جیسے 3 اور 9، چھوٹا عدد 3 بڑے عدد 9 کی ایک تہائی یعنی $\frac{1}{3}$ ہے۔ اسی طرح 9 اور 36، چھوٹا عدد 9 بڑے عدد 36 کا چوتھائی یعنی $\frac{1}{4}$ ہے۔

جز (Part) کی تعریف

اہلِ حساب کی اصطلاح میں جز وہ عدد اَقل ہے جو بڑے عدد کو فنا کر دے۔

وہ چھوٹا عدد جو بڑے کو فنا نہ کرے وہ جز نہیں ہوتا بلکہ اجزاء ہوتے ہیں، جیسے 4 اور 6۔

4 اگر چہ لغوی طور پر 6 کا جز ہے لیکن اصطلاحی طور پر 4، 6 کا جز نہیں ہے بلکہ 6 کے اجزاء ہیں کیونکہ یہ اس کا دو تہائی ہے۔

کسور یعنی بٹہ (Fractions)

جیسے نصف ($\frac{1}{2}$)، ثلث ($\frac{1}{3}$)، ربع ($\frac{1}{4}$)، خمس ($\frac{1}{5}$)، سدس ($\frac{1}{6}$)، سبع ($\frac{1}{7}$)، ثمن ($\frac{1}{8}$)، تسع ($\frac{1}{9}$)، عشر ($\frac{1}{10}$)۔

نوٹ: $\frac{1}{2}$ کا مخرج 2، $\frac{1}{3}$ کا مخرج 3، $\frac{1}{4}$ کا مخرج 4، $\frac{1}{5}$ کا مخرج 5، $\frac{1}{6}$ کا مخرج 6، $\frac{1}{7}$ کا مخرج 7، $\frac{1}{8}$ کا مخرج 8، $\frac{1}{9}$ کا مخرج 9 اور $\frac{1}{10}$ کا مخرج 10 ہے۔

جس عدد کی کسی کسر کی مقدار معلوم کرنی ہو تو اس عدد کو اس کسر کے مخرج پر تقسیم کر دیں، خارجِ قسمت (تقسیم کا حاصل) اس عدد کی اس کسر کی مقدار ہو گی۔

مثال: 24 کا ثمن معلوم کرنا ہو تو 24 کو ثمن کے مخرج یعنی 8 پر تقسیم کر دیں، خارجِ قسمت یعنی 3، 24 کا ثمن ہو گا۔ اسی طرح 96 کا ربع معلوم کرنا ہو تو 96 کو ربع کے مخرج یعنی 4 پر تقسیم کر دیں حاصلِ تقسیم یعنی 24، 96 کا ربع ہو گا، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

ہر کل میں ہمیشہ 10 عشر، 9 تسع، 8 ثمن، 7 سبع، 6 سدس، 5 خمس، 4 ربع، 3 ثلث اور 2 نصف ہوتے ہیں۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کسروں کی آپس کی بے شمار نسبتیں سمجھی جا سکتی ہیں، مثلاً عُشُر نصف خمس ہوتا ہے یا دو سدس ایک ثلث ہوتے ہیں، دو ثمن ایک ربع ہوتے ہیں، دو ربع ایک نصف ہوتے ہیں وغیرہ۔

عدد (Number) کی تعریف

وہ کمیت یعنی مقدار جو چند آحاد (واحد یعنی ایک کی جمع) سے مرکب ہو، جیسے 2، 3، 4 وغیرہ۔ اس تعریف کے مطابق 1 عدد نہیں ہے کیونکہ یہ چند آحاد سے مرکب نہیں ہے۔

توافق (Accordance)

دو عددوں میں توافق یہ ہے کہ نہ تو وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور نہ ہی ان میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے بلکہ ایک تیسرا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دے، جیسے 12 اور 15، ان کو 3 پورا تقسیم کرتا ہے۔ جن دو

اعداد میں توافق کی نسبت ہو ان کو متوافقین کہتے ہیں۔

قانونِ توافق کی وضاحت

دوعدد جس تیسرے عدد پر بلا کسر تقسیم ہو جاتے ہوں وہ تیسرا عدد جس کسر کا مخرج ہو اس کسر میں دونوں عددوں کا توافق کہلائے گا، مثلاً 4 اور 6 ایک تیسرے عدد یعنی 2 پر بلا کسر تقسیم ہو جاتے ہیں اور 2 نصف کا مخرج ہے لہٰذا ہم کہیں گے: "4 اور 6 میں توافق بالنصف ہے" یا "4 اور 6 متوافقین بالنصف ہیں"۔ اسی طرح 6 اور 9 ایک تیسرے عدد یعنی 3 پر بلا کسر منقسم ہیں اور 3 ثلث یعنی $\frac{1}{3}$ کا مخرج ہے لہٰذا کہا جائے گا: "6 اور 9 میں توافق بالثلث ہے" یا "6 اور 9 متوافقین بالثلث ہیں"۔

نوٹ: بسا اوقات دو عددوں میں متعدد وجوہ سے توافق ہوتا ہے، جیسے 12 اور 18 یہ دونوں متوافق بالنصف، متوافق بالثلث اور متوافق بالسدس ہیں یعنی ان دو اعداد کو 2، 3 اور 6 پورا پورا تقسیم کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں بڑے عدد کا اعتبار کیا جاتا ہے جو ان دونوں کو تقسیم کر دے چونکہ 12 اور 18 کو 2، 3 اور 6 تینوں تقسیم کرتے ہیں اور ان میں بڑا عدد 6 ہے لہٰذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ دونوں عدد متوافق بالسدس ہیں۔

تباین (Opposite)

دوعدد نہ ایک جیسے ہوں، نہ بڑے کو چھوٹا تقسیم کرے، اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان کو پورا پورا تقسیم کرے، تو ایسے دو عددوں کے درمیان نسبت تباین ہو گی اور وہ دونوں عدد متبائنین ہوں گے، جیسے 9 اور 10۔

دوعددوں میں پائی جانے والی نسبت کی پہچان کا طریقہ

دوعددوں میں تماثل تو واضح ہوتا ہے اور تداخل کی پہچان بھی آسان ہے لہٰذا یہاں صرف توافق اور تباین کی شناخت کا ضابطہ بیان کیا جاتا ہے۔

چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے خارج کرتے رہیے یہاں تک کہ بڑا عدد چھوٹے عدد سے چھوٹا ہو جائے۔ پھر چھوٹے عدد کو (جو پہلے بڑا تھا) بڑے عدد سے (جو پہلے چھوٹا تھا) خارج کیجیے یہاں تک کہ بڑا عدد چھوٹا ہو جائے۔ اسی طرح جانبین سے سلسلہ جاری رکھیے یہاں تک کہ دونوں عدد برابر ہو جائیں۔ پھر اگر وہ عدد ایک کے علاوہ ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ ان دونوں عددوں میں توافق کی نسبت ہے اور اگر وہ عدد ایک ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ ان دونوں عددوں میں تباین کی نسبت ہے لہٰذا 49 اور 72 میں تباین اور 72 اور 120 میں توافق کی نسبت ہو گی۔

دوسری فصل: کسر و تصحیح

کسر (Fraction) کی تعریف

جو حصے ورثا پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں، جیسے 3 بیٹیاں ہوں اور 2 حصے ہوں تو اب 2 حصے 3 بیٹیوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے بلکہ اعشاریہ کی صورت میں تقسیم ہوتے ہیں، اسے کسر کہتے ہیں۔

تصحیح (Correction/ Whole Number) کی تعریف

کوئی ایسا طریقہ کرنا کہ یہ سہام یعنی حصے ورثا پر پورے پورے تقسیم ہو جائیں، اسے تصحیح کہتے ہیں۔

تصحیح کے اصول

تصحیح کے سات اصول ہیں۔ تین اصول رؤوس اور سہام سے متعلق ہیں اور چار اصول رؤوس کے درمیان ہیں یعنی صرف رؤوس سے متعلق ہیں۔

نوٹ: حصے وصول کرنے والے ورثا کو رؤوس کہتے ہیں اور حصوں کو سہام کہتے ہیں۔

اصول نمبر 1: اگر رؤوس اور سہام کے درمیان نسبت تماثل کی ہو تو کسی ضرب، تقسیم کی ضرورت نہیں اور تداخل کی نسبت ہو تو کسی ضرب کی ضرورت نہیں بلکہ سادہ طریقے پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

اہم نوٹ: تداخل کی صورت میں سادہ طریقے پر تقسیم اس وقت کیا جائے گا جب سہام زیادہ ہوں اور رؤوس کم ہوں، جیسے سہام 4 ہوں اور رؤوس 2 ہوں تو سادہ طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔ اگر اس کے برعکس صورت ہو یعنی سہام کم ہوں اور رؤوس زیادہ ہوں جیسے سہام 2 ہوں اور رؤوس 4 ہوں تو اس صورت میں 2 سہام 4 رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تو یہاں سادہ طریقے پر تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس صورت میں اصول نمبر 2 یعنی توافق کا قاعدہ لاگو ہو گا کیونکہ ایسی صورت میں مداخلت، موافقت کے حکم میں ہوتی ہے "اِذِالْمُدَاخَلَةُ فِی حُکْمِ الْمُوَافَقَةِ۔"

تماثل کی مثال:

اصل مسئلہ: 6

ماں	باپ	4 حقیقی بیٹیاں
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ	$\frac{2}{3} \times 6$
1	1	4

تداخل کی مثال:

اصل مسئلہ: 6

ماں	باپ	2 حقیقی بیٹیاں
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ	$\frac{2}{3} \times 6$
1	1	4

اصول نمبر 2: اگر پورے مسئلے میں صرف ایک فریق پر کسر واقع ہو اور اس فریق کے رؤوس اور سہام کے درمیان توافق / تداخل (یعنی جہاں سہام کم ہوں اور رؤوس زیادہ ہوں) کی نسبت ہو تو وفقِ رؤوس کو اصل مسئلہ یعنی مخرج میں اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلے میں عول ہو تا ہو تو وفقِ رؤوس کو اصل مسئلہ کی بجائے عول میں ضرب دیں گے۔

اصل مسئلہ: $6 \times 5 = 30$

ماں	باپ	10 بیٹیاں (5 وفقِ رؤوس)
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$ مع العصبہ	$\frac{2}{3} \times 6$
1×5	1×5	4×5
5	5	20

اصل مسئلہ: 12ع15 $\times$ 3 = 45

شوہر	ماں	باپ	6 بیٹیاں (3 وفقِ رؤوس)
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$	$\frac{1}{6}$ مع العصبہ $\times 12$	$\frac{2}{3} \times 12$
3×3	2×3	2×3	8×3
9	6	6	24

اصول نمبر 3: اگر پورے مسئلے میں صرف ایک فریق پر کسر واقع ہو اور رؤوس وسہام کے درمیان نسبت تباین کی ہو تو کُل عددِ رؤوس کو اصل مسئلہ میں اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلہ میں عول ہوتا ہو تو عددِ رؤوس کو اصل مسئلہ کی بجائے عول میں ضرب دیں گے۔

اصل مسئلہ: 6 $\times$ 5 = 30

ماں	باپ	5 بیٹیاں
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6}$ مع العصبہ $\times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$
1×5	1×5	4×5
5	5	20

اصل مسئلہ: 6ع7 $\times$ 5 = 35

شوہر	5 حقیقی بہنیں
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$
3×5	4×5
15	20

اصول نمبر 4: اگر ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو تو رؤوس وسہام کی کٹوتی کے بعد رؤوس کی آپس میں نسبت دیکھی جائے گی، اگر تماثل کی نسبت ہو تو ان میں سے ایک عدد لے کر اسے اصل مسئلہ میں اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

نوٹ: کٹوتی سے مراد یہ ہے کہ پورے مسئلے میں اگر کسی فریق کی اپنے سہاموں کے ساتھ نسبت توافق کی ہو تو پہلے وفقِ رؤوس نکالیں گے، پھر اس وفقِ رؤوس کی دیگر فریقوں کے رؤوس کے ساتھ نسبت دیکھتے ہیں۔

اصل مسئلہ: $18 = 3 \times 6$

6 بیٹیاں (3 وفقِ رؤوس)	3 دادیاں	3 چچا
$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
4×3	1×3	1×3
12	3	3

اصول نمبر 5: اگر ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو تو رؤوس و سہام میں کٹوتی کے بعد رؤوس کی آپس میں نسبت دیکھیں گے، اگر نسبت تداخل کی ہو تو ان میں سے بڑے عدد کو لے کر اصل مسئلہ اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

اصل مسئلہ: $144 = 12 \times 12$

4 بیویاں	3 دادیاں	12 چچا
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$	عصبہ
3×12	2×12	7×12
36	24	84

اصول نمبر 6: اگر ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہو تو رؤوس و سہام میں کٹوتی کے بعد رؤوس کی آپس میں نسبت دیکھیں گے اگر نسبت توافق کی ہو تو جن دو عددوں کے درمیان توافق کی نسبت ہو ان میں سے ایک کے وفق کو دوسرے عدد سے ضرب دیں گے پھر حاصلِ ضرب اور تیسرے عددِ رؤوس میں نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہو تو حاصلِ ضرب کو تیسرے عددِ رؤوس کے وفق میں ضرب دیں گے اور اگر تباین کی نسبت ہو تو حاصلِ ضرب کو تیسرے عددِ رؤوس کے کُل میں ضرب دیں گے۔ یونہی اعدادِ رؤوس کے درمیان آخر تک نسبت دیکھیں گے توافق کی صورت میں ایک کے وفق کو دوسرے کے کُل میں اور تباین کی صورت میں ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے، آخر





میں جو حاصلِ ضرب نکلے اس کو اصل مسئلہ اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

اصل مسئلہ: $24 \times 180 = 4320$

4 بیویاں	18 بیٹیاں (9 وفقِ رؤوس)	15 دادیاں	6 چچا
$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{2}{3} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	عصبہ
3×180	16×180	4×180	1×180
540	2880	720	180
ہر بیوی کے 135 حصے	ہر بیٹی کے 160 حصے	ہر دادی کے 48 حصے	ہر چچا کے 30 حصے

نوٹ: 4، 6، 9 اور 15 کا ذو اضعاف اقل بھی نکالا جا سکتا ہے۔ جو 180 بنے گا جس کو اصل مسئلہ اور سہاموں میں ضرب دی جائے گی۔

اصول نمبر 7: اگر ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہو تو رؤوس و سہام میں کٹوتی کے بعد رؤوس کی آپس میں نسبت دیکھیں گے، اگر نسبت تباین کی ہو تو جن دو عددوں کے درمیان تباین کی نسبت ہو ان میں سے ایک کو دوسرے عدد سے ضرب دیں گے پھر حاصلِ ضرب اور تیسرے عددِ رؤوس میں نسبت دیکھیں گے، اگر تباین کی نسبت ہو تو حاصلِ ضرب کو تیسرے عددِ رؤوس کے کُل میں اور اگر توافق کی نسبت ہو تو حاصل ضرب کو تیسرے عددِ رؤوس کے وفق میں ضرب دیں گے، وعلیٰ ھذا القیاس۔ آخر میں جو حاصلِ ضرب نکلے اس کو اصل مسئلہ اور نیچے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

اصل مسئلہ: $24 \times 210 = 5040$

2 بیویاں	6 دادیاں (3 وفقِ رؤوس)	10 بیٹیاں (5 وفقِ رؤوس)	7 چچا
$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{2}{3} \times 24$	عصبہ
3×210	4×210	16×210	1×210
630	840	3360	210
ہر بیوی کے 315 حصے	ہر دادی کے 140 حصے	ہر بیٹی کے 336 حصے	ہر چچا کے 30 حصے





تصحیح کا مختصر اور آسان طریقہ

جس جس فریق پر کسر واقع ہو اس کے عددِ رؤس (افراد) اور سہاموں میں نسبت دیکھیں، اگر دونوں میں تباین ہو تو کُل عددِ رؤس محفوظ کر لیں، اور اگر توافق یا تداخل ہو تو عدد رؤس کا وفق محفوظ کر لیں۔ اب اگر ایک ہی عدد محفوظ ہوا ہو تو اسی عدد کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیں، حاصلِ ضرب تصحیح ہوگی، پھر اسی عدد کو ہر وارث اور ہر فریق کے سہام میں ضرب دیں، حاصلِ ضرب اس وارث اور اس فریق کا حصہ ہوگا، پھر ہر فریق کا حصہ اس کے افراد پر تقسیم کر دیں، خارجِ قسمت اس فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

اور اگر ایک سے زائد اعداد محفوظ ہوئے ہوں تو ان اعداد کا ذو اضعاف اقل لے کر اسے اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیں، حاصلِ ضرب تصحیح ہوگی، پھر اسی ذو اضعاف اقل کو ہر وارث اور ہر فریق کے سہام میں ضرب دیں، حاصلِ ضرب اس وارث اور اس فریق کا حصہ ہوگا، پھر ہر فریق کا حصہ اس کے افراد پر تقسیم کر دیں، خارجِ قسمت اس فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

ذو اضعاف اقل معلوم کرنے کا ضابطہ

(1) متماثلین میں سے کوئی ایک عدد دونوں کا ذو اضعاف اقل ہوتا ہے۔

(2) متداخلین میں سے بڑا عدد دونوں کا ذو اضعاف اقل ہوتا ہے۔

(3) متوافقین میں سے کسی ایک عدد کے وفق کو دوسرے عدد میں ضرب دینے سے جو حاصل آتا ہے وہی دونوں کا ذو اضعاف اقل ہوتا ہے، جیسے 4 اور 6 کا ذو اضعاف اقل 12 ہے۔

(4) متباینین میں سے ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دینے سے جو حاصلِ ضرب آتا ہے وہی دونوں کا ذو اضعاف اقل ہوتا ہے، جیسے 5 اور 3 کا ذو اضعاف اقل 15 ہے۔

نوٹ: دو سے زائد اعداد کا ذو اضعاف اقل معلوم کرنا ہو تو مذکورہ بالا اصول کے مطابق پہلے کسی دو عدد کا ذو اضعاف اقل معلوم کیجئے پھر اس کے ساتھ ایک اور عدد کو ملا کر ان دونوں کا ذو اضعاف اقل معلوم کیجئے اسی طرح عمل کرتے رہیے، آخری ذو اضعاف اقل ان تمام اعداد کا ذو اضعاف اقل ہوگا، مثلاً ہمیں 4، 6، 7، 9، 14 کا ذو اضعاف اقل معلوم کرنا ہے تو اولاً مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں 4 اور 6 کا ذو اضعاف اقل لیا جو 12 ہے پھر 12 اور 9 کا لیا جو 36 ہوا پھر 36 اور 7 کا لیا جو 252 بنا

پھر 252 اور 14 کا ذواضعاف اقل بھی 252 ہی رہا، لہٰذا معلوم ہوا کہ ان سب اعداد کا ذواضعاف اقل 252 ہے۔

ذواضعاف اقل معلوم کرنے کا ایک اور آسان طریقہ

2	4	6	9	7	14
2	2	3	9	7	7
3	1	3	9	7	7
3	1	1	3	7	7
7	1	1	1	7	7
	1	1	1	1	1

$2 \times 2 \times 3 \times 3 \times 7 = 252$

تصحیح سے متعلقہ مشقی سوالات

1. شوہر، دادی، 3 اخیافی بہنیں۔
2. ماں، باپ، 18 بیٹیاں۔
3. زوج، ماں، باپ، 16 بیٹیاں۔
4. 2 بیویاں، 6 بیٹیاں، 3 بہنیں، 2 بھتیجے۔
5. 2 بیویاں، ماں، 6 حقیقی بہنیں، 3 اخیافی بہنیں۔
6. شوہر، 2 بیٹیاں، 2 بھائی، 2 بہنیں۔
7. شوہر، 6 علاتی بہنیں، 4 اخیافی بھائی۔
8. 2 بیویاں، بیٹا، بیٹی، ماں، باپ۔
9. 2 بیٹیاں، دادی، نانی، 7 سگے بھتیجے۔
10. 4 بیویاں، 6 بیٹیاں، ماں، 4 چچا۔
11. 2 بیویاں، دادی، 5 چچا۔
12. 4 بیویاں، 10 بیٹیاں، 3 اخیافی بھائی، 6 چچا۔

تیسری فصل: تخارج / تصالح کا بیان

لغوی معنی

لغت میں تخارج کا معنی "نکلنا" ہے۔

اصطلاحی معنی

تخارج کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک وارث مالِ میراث سے کوئی معین چیز لے کر اپنے حصہ وراثت سے دستبردار ہو جائے، خواہ اس شخص کا حق معین چیز سے زیادہ ہو یا کم اور دیگر تمام عاقل، بالغ، موجود ورثا اس بات پر راضی ہوں تو اس صورت میں تخارج یا تصالح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ورثا میں سے بعض کو میت کے ترکہ سے معین چیز دے کر نکالنے پر مصالحت کرنا تخارج کہلاتا ہے۔

مسئلہ حل کرنے کا طریقہ

ایسی صورتِ حال میں مسئلہ حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو وارث معین چیز لے کر اپنے حصہ وراثت سے دستبردار ہو جائے اسے مسئلہ بناتے وقت شامل رکھیں گے، پھر جب پورا مسئلہ حل ہو جائے تو اس وراث کے جتنے سہام بنیں اس کو اصل مسئلہ سے تفریق کر دیں گے، مثلاً کوئی عورت شوہر، ماں اور چچا چھوڑ کر مری، شوہر کہے کہ میرے ذمہ جو عورت کا مہر واجب تھا وہ مجھے معاف کر دیں اس کے بدلے میں اپنے حصہ وراثت سے دستبردار ہوتا ہوں تمام عاقل، بالغ، موجود ورثا بھی اس بات پر راضی ہو جائیں تو ایسا کرنا صحیح ہے اسی کا نام تخارج / تصالح ہے۔

اصل مسئلہ: 3-6=3 اس کو یوں بھی لکھ سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ: 6 طرح 3 رد 3

شوہر	ماں	چچا
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$	عصبہ
3	2	1
0	2	1

اصل مسئلہ: 8×4=32-7=25

بیوی	4-1=3 بیٹے
$\frac{1}{8} \times 8$	عصبہ
1×4	7×4
4	28-7=21

اس مثال میں بیٹے چار تھے۔ ایک بیٹا معین حصہ لے کر اپنے حصہ وراثت سے دستبردار ہو گیا اس لئے باقی بیٹے 3 بچ گئے جن کو 21 حصے ملے اور ہر ایک کو 7 حصے ملے۔

چوتھی فصل: رد کا بیان

(Redistribution to Quranic heirs)

رد، عول کی ضد ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سہام زیادہ ہو گئے اور ان کو لینے والے لوگ کم یعنی عول میں حصہ لینے والے زیادہ اور سہام کم ہوتے ہیں یہاں اس کا الٹ ہے کہ سہام زیادہ ہیں اور لینے والے کم۔ بالفاظ دیگر اصل مسئلہ جو بنایا گیا ہے وہ اصحابِ فرائض میں تقسیم ہونے والے حصوں سے بڑھ جائے، جیسے اصل مسئلہ 12 ہے اور نیچے سہام 11 ہیں چنانچہ اصحابِ فرائض کو ان کے حصص دینے کے بعد جب کوئی عصبہ وارث موجود نہ ہو جس کو یہ مالِ وراثت دیا جائے تو اس بچے ہوئے مال کو دوبارہ اصحابِ فرائض پر لوٹایا جائے گا اور اس مرتبہ اصحابِ فرائض میں سے زوجین کے علاوہ سب کو ان کے حصے کے مطابق دیا جائے گا۔

نوٹ: جہاں رد ہو گا وہاں کوئی عصبہ رشتہ دار موجود نہیں ہو گا اور جہاں عصبہ ہو گا وہاں رد نہیں ہو گا۔

رد کے فریق

رد کے دو فریق ہیں:

1. مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ
2. مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ

من لا یرد علیہ

اس سے مراد وہ اصحابِ فرائض ہیں جنہیں رد کے طور پر حصہ نہیں ملتا، یہ میاں بیوی ہیں۔ جب بھی رد کیا جائے گا اس میں سے میاں بیوی کو حصہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کا آپس میں رشتہ عارضی ہے جو طلاق کی وجہ سے یا موت کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

نوٹ: اگر کسی مسئلہ میں زوج یا زوجہ کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ ہو یعنی نہ تو کوئی عصبہ ہو، نہ کوئی نسبی ذی فرض، نہ ذی رحم، نہ مولی الموالات وغیرہ تو ایسی صورت میں زوجین کو فرض حصہ دینے کے بعد بقیہ حصہ زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا بلکہ بقیہ حصہ بیت المال میں رکھ دیا جائے گا لیکن اس زمانے میں چونکہ بیت المال کا نظام موجود نہیں ہے یا بیت المال کے منتظمین خائن ہیں اس لیے یہ بچا ہوا مال پھر دوبارہ شوہر یا بیوی کو دے دیں گے یعنی اَحَدُ الزوجین پر رد کیا جائے گا۔

اگر ذوی الفروض اور عصبہ رشتہ دار تو موجود نہ ہوں لیکن ذوی الارحام موجود ہوں تو اَخذ الزوجین کو اس کا حصہ دینے کے بعد باقی مال ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔

من یرد علیہ

زوجین کے علاوہ بقیہ تمام اصحابِ فرائض "من یرد علیہ" ہیں یعنی زوجین کے علاوہ بقیہ جتنے بھی اصحابِ فرائض ہیں ان پر مال لوٹایا جاتا ہے۔

رد کے اصول

رد کے چار اصول ہیں۔

1. مسئلہ میں موجود ورثا من یرد علیہ ہوں اور من یرد علیہ ایک جنس یا ایک فریق ہوں اور مسئلہ میں من لا یرد علیہ یعنی زوجین نہ ہوں تو اصل مسئلہ من یرد علیہ کے عددِ رؤوس کے مطابق ہو گا۔

اصل مسئلہ:3رد2

2بیٹیاں /2بہنیں
$\frac{2}{3} \times 3$
2

ہر بیٹی /بہن کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ:6رد2

2دادیاں
$\frac{1}{6} \times 6$
1
1+1=2

2. مسئلہ میں موجود ورثا من یرد علیہ ہوں اور من یرد علیہ ایک سے زیادہ جنسیں ہوں اور مسئلہ میں من لا یرد علیہ یعنی زوجین نہ ہوں تو اصل مسئلہ من یرد علیہ کے سہام کی تعداد سے بنے گا۔

اصل مسئلہ:6رد2

دادی	اخیافی بہن
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
1	1

اصل مسئلہ:6رد3

ماں	2اخیافی بھائی
$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$
1	2

اصل مسئلہ:6رد4

بیٹی	ماں
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
3	1

اصل مسئلہ:6رد5

2بیٹیاں	ماں
$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
4	1

اصل مسئلہ:6رد5

علاتی بہن	دادی	اخیافی بھائی
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
3	1	1

اصل مسئلہ:6رد5

2اخیافی بہنیں	عینی بہن
$\frac{1}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
2	3

3. من یرد علیہ ہوں اور من یرد علیہ ایک جنس یا فریق ہوں نیز من لایرد علیہ بھی ہوں ایسی صورت میں من یرد علیہ کے حصوں سے قطع نظر کرتے ہوئے سب سے پہلے من لایرد علیہ کو اس کے اقل مخارج سے حصہ دیں گے۔

نوٹ: اقل مخارج سے یہاں یہ مراد ہے کہ اگر من لایرد علیہ زوج ہے تو اس کا مخرج یا2 ہو گا یا4، اور اگر من لایرد علیہ زوجہ ہے تو اس کا اقل مخارج 4یا8 ہو گا، چنانچہ وہ جس کا بھی مستحق ہو اس کو وہ دیا جائے گا۔

پھر اس کا حصہ نکالنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو سہام باقی بچے ہیں وہ من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فَبِهَا یعنی ٹھیک ورنہ ان سہام اور رؤس کی آپس میں نسبت دیکھیں گے، اگر نسبت توافق/تداخل (اِذِ الْمُدَاخَلَةُ فِیْ حُکْمِ الْمُوَافَقَةِ) کی ہو تو من یرد علیہ کے عدد رؤس کے وفق کو من لایرد علیہ کے فرض حصہ کے مخرج یعنی من لایرد علیہ کے اصل مسئلہ میں اور نیچے تمام سہاموں میں ضرب دیں گے اور اگر نسبت تباین کی ہو تو من یرد علیہ کے جمیع عدد رؤس کو من لا یرد علیہ کے فرض حصہ کے مخرج یعنی اصل مسئلہ میں اور نیچے تمام سہاموں میں ضرب دیں گے، یوں مسئلے کی تصحیح ہو جائے گی۔

نوٹ: دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اَحَدُ الزوجین کو اقل مخارج سے حصہ دینے کے بعد جو سہام باقی بچے ہیں اگر من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں تو پورے مسئلے میں ایک فریق پر کسر واقع ہو رہی ہے، لہٰذا کسر و تصحیح کے قاعدہ نمبر2اور3 کے تحت مسئلے کی تصحیح کی جائے گی۔

نوٹ: "فَبِهَا" کا مطلب یہ ہے: "فَمَرْحَبًا بِهٰذِهِ الْاِسْتِقَامَةِ وَنِعْمَتْ هِیَ اِذْ لَا حَاجَةَ حِیْنَئِذٍ اِلٰی مَزِیْدِ عَمَلٍ" یعنی اس تقسیم کاری کو خوش آمدید اور یہ تقسیم کاری کتنی اچھی ہے کیونکہ اب کسی مزید عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

اصل مسئلہ:4

3 بیٹیاں	شوہر
	$\frac{1}{4} \times 4$
3	1

اصل مسئلہ: $24 = 3 \times 8$

3 بیٹیاں	بیوی
	$\frac{1}{8} \times 8$
$7 \times 3 = 21$	$1 \times 3 = 3$

اصل مسئلہ: $8 = 2 \times 4$

6 بیٹیاں (2 وفقِ رؤوس)	شوہر
	$\frac{1}{4} \times 4$
$3 \times 2 = 6$	$1 \times 2 = 2$

اصل مسئلہ: $20 = 5 \times 4$

5 بیٹیاں	شوہر
	$\frac{1}{4} \times 4$
$3 \times 5 = 15$	$1 \times 5 = 5$

4. من یرد علیہ ہوں اور من یرد علیہ ایک سے زیادہ جنس ہوں نیز من لا یرد علیہ بھی ہوں اس صورت میں مسئلہ حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یرد علیہ کو اقل مخارج سے حصہ دینے کے بعد من یرد علیہ کا مسئلہ رد کے اصول نمبر 2 کے مطابق جدا بنائیں گے۔

من لا یرد علیہ کو اقل مخارج سے حصہ دینے کے بعد دیکھیں گے کہ جو سہام باقی بچے ہیں وہ من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں یا نہیں؟ اگر پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فَبِہَا یعنی ٹھیک اور ایسا صرف ایک صورت میں ہوتا ہے اور وہ

صورت یہ ہے کہ زوجات کے لیے ربع ہو اور باقی من یرد علیہ کے درمیان اثلاثا یعنی 2اور 1 کی نسبت سے تقسیم ہو، جیسے کوئی شخص فوت ہوااور اس نے ورثا میں زوجہ،4دادیاں اور6اخیافی بہنیں چھوڑی۔(مثال نمبر2کے تحت اس کو حل کیاگیاہے۔)

اور اگر من لایرد علیہ کو اقل مخارج سے حصہ دینے کے بعد جو سہام باقی بچے ہیں وہ من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں تو دونوں مسئلوں کے اصل مسئلہ کو آپس میں ضرب دیں گے، حاصلِ ضرب مجموعی طور پر اصل مسئلہ بن جائے گا۔ پھر من یرد علیہ کے مخرج یعنی اصل مسئلہ کو من لایرد علیہ کے سہاموں میں اور من لایرد علیہ کے اصل مسئلہ کے مَابَقِیَ کو من یرد علیہ کے سہاموں میں ضرب دیں گے پھر اگر ایک یاایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو تو تصحیح کے اصولوں کے مطابق مسئلے کی تصحیح کی جائے گی۔

مثال نمبر:1

اصل مسئلہ:8 $\times$ 5 = 40 $\times$ 36 = 1440

4بیویاں	9بیٹیاں	6دادیاں
$\frac{1}{8}\times 2$		
1×5	4×7	1×7
5×36	28×36	7×36
180	1008	252
ہر بیوی کے45حصے	ہر بیٹی کے112حصے	ہر دادی کے42حصے

اصل مسئلہ:6رد5

9بیٹیاں	6دادیاں
$\frac{2}{3}\times 6$	$\frac{1}{6}\times 6$
4	1

مثال نمبر:2

اصل مسئلہ:4 $\times$ 12 = 48

بیوی	4دادیاں	6اخیافی بہنیں
$\frac{1}{4}\times 4$		
1×12	1×12	2×12
12	12	24

اصل مسئلہ:6رد3

4دادیاں	6اخیافی بہنیں
$\frac{1}{6}\times 6$	$\frac{1}{3}\times 6$
1	2

رد سے متعلقہ مشقی سوالات

1. پوتی، اخیافی بہن و بھائی۔
2. بیوی، اخیافی بھائی۔
3. حقیقی بہن، اخیافی بہن۔
4. ماں، اخیافی بھائی و بہن۔
5. شوہر، بیٹی۔
6. شوہر، ماں۔
7. بیٹی، بیوی۔
8. دو بیٹیاں، شوہر۔
9. بیوی، 2 بیٹیاں۔
10. بیوی، دو پوتیاں۔
11. بیوی، بیٹی، پوتی۔
12. بیوی، 2 بیٹیاں، پوتی۔
13. اخیافی بھائی، حقیقی بہن۔
14. 3 بیویاں، 2 بیٹیاں۔
15. 2 علاتی بہنیں، بیوی۔
16. حقیقی بہن، علاتی بہن۔
17. بیوی، ماں۔
18. بیوی، بیٹی، پوتی، نانی۔
19. نانی، دادی، 3 اخیافی بہنیں۔
20. بیٹی، پوتی، دادی۔
21. 3 بیویاں، 4 بیٹیاں، دادی، نانی۔
22. پوتی، نانی، دادی، اخیافی بہن۔
23. 2 بیٹیاں، ماں۔
24. بیوی، دو بیٹیاں، ماں۔
25. ماں، 2 اخیافی بھائی۔

چھٹا باب

- پہلی فصل: مناسخہ

- دوسری فصل: مقاسمت

پہلی فصل: مناسخہ

(Running Property)

لغوی معنی

مناسخہ "نسخ" سے ماخوذ ہے، جس کے مختلف معانی ہیں: ازالہ، تغییر، نقل۔

اصطلاحی معنی

اصطلاحِ اہلِ فرائض میں قبل اَز تقسیم کسی وارث کے مرنے کی وجہ سے اس کے حصہ کا اس کے ورثا کی طرف منتقل ہو جانا، مناسخہ کہلاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہوا اس کی وراثت ابھی تقسیم نہ ہوئی تھی کہ ورثا میں سے ایک اور فوت ہو گیا اور اس نے بھی ورثا چھوڑے، اس صورت میں اس دوسرے فریق کو بطنِ اول کہتے ہیں اور بالفرض اس کی بھی وراثت ابھی تقسیم نہ ہوئی تھی کہ ورثا میں سے ایک اور فوت ہو گیا اور اس نے بھی ورثا چھوڑے تو یہ بطنِ ثانی کہلاتا ہے۔ اس طرح کے تمام بطون کو حل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

احتیاطیں

1. مناسخہ کا مسئلہ حل کرنے سے پہلے ورثا کی اچھی طرح جانچ پڑتال کریں۔
2. رؤوس کی تعداد تحریر کرنے کی بجائے ایک ایک فرد کو جدا جدا لکھیں، جیسے 5 بیٹیاں لکھنے کی بجائے یوں لکھیں: بیٹی، بیٹی، بیٹی، بیٹی، بیٹی۔
3. ہر وارث کا نام ضرور لکھیں۔
4. جب تک پہلے بطن کو اچھی طرح حل نہ کر لیں تب تک آگے مسئلہ حل نہ کیا جائے۔
5. مسئلہ حل کرنے کے بعد لفظ "الاحیاء" لمبا کر کے لکھیں۔ اس کے نیچے ہر وارث کا نام اور نام کے نیچے اس کے سہام لکھیں۔
6. مناسخہ میں ایک وارث کو متعدد جگہ سے حصہ ملتا ہے، ان سب حصوں کو احتیاط کے ساتھ جمع کر کے اس وارث کے نام کے نیچے لکھیں۔

مناسخہ کے اصول

ورثا میں سے جو فوت ہو جاتا ہے اس کے سہام کو "مَا فِي الْيَد" کہتے ہیں اور مافی الید کو ہمیشہ اصل مسئلہ کے مقابل دوسرے کنارے پر لکھا جاتا ہے۔

فوت ہونے والے وارث کا جب مسئلہ بنائیں تو مسئلہ حل کرنے کے بعد اصل مسئلہ اور مافی الید میں نسبت دیکھیں، اگر دونوں میں نسبت تماثل کی ہو تو مزید کسی ضرب تقسیم کی حاجت نہیں اور اگر اصل مسئلہ اور مافی الید میں نسبت توافق / تداخل کی ہو دونوں کا وَفق نکال لیں گے، پھر اصل مسئلہ کے وَفق کو چار جگہ ضرب دی جائے گی۔

1. بالمقابل لکھے گئے مافی الید میں۔
2. اوپر جہاں مافی الید ہے اس میں۔
3. اوپر والے اصل مسئلہ میں۔
4. اوپر والے ورثا کے سہاموں میں۔

اور مافی الید کے وَفق کو دو جگہ ضرب دی جائے گی۔

1. بالمقابل لکھے گئے اصل مسئلہ میں۔
2. نیچے والے ورثا کے سہام میں۔

اور اگر نسبت تباین کی ہو تو اصلِ مسئلہ کے کُل کو چار جگہ ضرب دی جائے گی۔

1. بالمقابل لکھے گئے مافی الید میں۔
2. اوپر جہاں مافی الید ہے اس میں۔
3. اوپر والے اصلِ مسئلہ میں۔
4. اوپر والے زندہ ورثا کے سہاموں میں۔

اور مافی الید کے کُل کو دو جگہ ضرب دی جائے گی۔

1. بالمقابل لکھے گئے اصل مسئلہ میں۔
2. نیچے والے ورثا کے سہام میں۔

نوٹ: جتنے بطون بڑھتے جائیں اس میں یہ اضافہ ہوتا جائے گا کہ ہر نیچے والے اصلِ مسئلہ کے وفق یا کُل کو اوپر والے تمام اصلِ مسئلہ، تمام مافی الید اور تمام زندہ ورثا کے سہاموں میں ضرب دیتے جائیں گے اور مافی الید کے وَفق یا کُل کو بالمقابل لکھے گئے اصلِ مسئلہ اور نیچے والے ورثا کے سہاموں میں ضرب دیتے جائیں گے۔

اور ہر جگہ اصلِ مسئلہ اور مافی الید میں نسبت دیکھنے کے وہی اصول ہیں جو اوپر بیان کیے گئے۔

نوٹ: ورثا کے سہام میں جو ضرب دینے کا بیان کیا گیا ہے وہ صرف زندہ ورثا کے سہام میں ضرب دی جائے گی۔

مثال: ایک عورت فوت ہوئی اس نے ورثا میں زید شوہر، کریمہ بیٹی، عظیمہ ماں چھوڑی۔ اس کے بعد زید شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ورثا میں نئی زوجہ حلیمہ، عمرو باپ اور رحیمہ ماں چھوڑی۔ پھر کریمہ بیٹی فوت ہوئی اس نے ورثا میں

رقیہ بیٹی، خالد بیٹا، عبد اللہ بیٹا اور عظیمہ نانی چھوڑی جو سب سے پہلے مسئلہ میں ماں تھی۔ اس کے بعد خود عظیمہ (ماں / نانی) فوت ہوئی اس نے ورثا میں عبد الرحمٰن شوہر، عبد الرحیم اور عبد الکریم دو حقیقی بھائی چھوڑے۔

اصل مسئلہ: 12

زید(شوہر)	کریمہ(بیٹی)	عظیمہ(ماں)
$\frac{1}{4} \times 12$	$\frac{1}{2} \times 12$	$\frac{1}{6} \times 12$
3	6	2

مذکورہ صورت میں رد ہو رہا ہے کیونکہ اصل مسئلہ 12 ہے اور نیچے سہام 11 ہے۔ اس لیے اس کو رد کے قاعدہ نمبر 4 کے تحت ذیل میں حل کیا گیا۔

اصل مسئلہ: $128 = 4 \times 32 = 2 \times 16 = 4 \times 4$

زید(شوہر)	کریمہ(بیٹی)	عظیمہ(ماں)
$\frac{1}{4} \times 4$		
1×4	3×3	1×3
4	9	$3 \times 2 = 6$

اصل مسئلہ: 6 رد 4

کریمہ(بیٹی)	عظیمہ(ماں)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
3	1

اصل مسئلہ: $32 = 4 \times 8 = 2 \times 4$ مسئلہ زید(شوہر) مافی الید: $32 = 4 \times 8 = 2 \times 4$

حلیمہ(زوجہ)	عمرو(باپ)	رحیمہ(ماں)
$\frac{1}{4} \times 4$	عصبہ	$\frac{1}{3} \times 3$
1×2	2×2	1×2
2×4	4×4	2×4
8	16	8

اصل مسئلہ: $6 \times 3 = 18 \times 4 = 72$ مسئلہ کریمہ (بیٹی) مافی الید: $9 \times 2 = 18 \times 4 = 72$

رقیہ (بیٹی)	خالد (بیٹا)	عبد اللہ (بیٹا)	عظیمہ (نانی)
عصبہ	عصبہ	عصبہ	$\frac{1}{6} \times 6$
1×3	2×3	2×3	1×3
3×4	6×4	6×4	3
12	24	24	

اصل مسئلہ: $2 \times 2 = 4 \times 9 = 36$ مسئلہ عظیمہ (ماں/نانی) مافی الید: $4 \times 9 = 36$

عبد الرحمٰن (شوہر)	عبد الرحیم (بھائی)	عبد الکریم (بھائی)
$\frac{1}{2} \times 2$	عصبہ	عصبہ
1×2	1×2	
2×9	$2 \times 9 = 18$	
18	9	9

مسئلہ: 128

الاحیاء

زوجہ (حلیمہ)	عمرو (باپ)	رحیمہ (ماں)	رقیہ (بیٹی)	خالد (بیٹا)	عبد اللہ (بیٹا)	عبد الرحمٰن (شوہر)	عبد الرحیم (بھائی)	عبد الکریم (بھائی)
8	16	8	12	24	24	18	9	9

مناسخہ والی مثال کو حل کرنے کا نسبتاً آسان طریقہ

میت اول کا مکمل مسئلہ بنائیں یہ تصحیحِ اول ہو گی اور اس سے میت ثانی کو ملنے والے سہام کو مافی الید قرار دیں، پھر میت ثانی کا مکمل مسئلہ بنائیں یہ تصحیحِ ثانی ہو گی۔ اس کے بعد "مافی الید" اور "تصحیح ثانی" میں نسبت دیکھیں، اگر دونوں میں تماثل

ہو تو مسئلہ مکمل ہو گیا، مزید کسی عمل کی حاجت نہیں۔ اور اگر دونوں میں تباین ہو تو دونوں کا پورا پورا عدد محفوظ کر لیں اور توافق یا تداخل ہو تو دونوں کا وفق محفوظ کر لیں، اس طرح دو محفوظ حاصل ہوں گے:

1. تصحیح ثانی کا محفوظ 2. مافی الید کا محفوظ۔

اب مسئلے کی تکمیل کے لیے صرف دو عمل درکار ہوں گے۔

پہلا عمل: تصحیحِ ثانی کے محفوظ کو تصحیحِ اول میں اور اوپر کے تمام زندہ وارثوں کے سہام میں ضرب دیں۔

دوسرا عمل: مافی الید کے محفوظ کو میت ثانی کے وارثوں کے سہام میں ضرب دیں۔

اگر میتِ اول یا میتِ ثانی کے وارثوں میں سے کوئی تیسرا فوت ہو گیا ہو تو میتِ ثانی کا مناسخہ کرنے کے بعد میتِ اول اور میتِ ثانی کو میتِ اول کی جگہ اور میتِ ثالث کو میتِ ثانی کی جگہ مان کر میتِ ثالث کا مناسخہ مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق کیا جائے گا، یوں ہی ہر فوت ہونے والے کو بالترتیب میتِ ثانی کی جگہ اور اس سے پہلے کی تمام اموات کو میتِ اول کی جگہ مان کر مناسخہ کا عمل کیا جائے گا۔

مناسخہ سے متعلقہ مشقی سوالات

1. ایک شخص اختر فوت ہوا اس نے ورثا میں بیوی ہندہ، بیٹا زید، بیٹا خالد، بیٹی کریمہ، بیٹی عظیمہ اور بیٹی خالدہ چھوڑی، پھر اس کے بعد بیوی ہندہ فوت ہوئی اس نے ورثا میں بیٹا زید، بیٹا خالد، بیٹی کریمہ، بیٹی عظیمہ اور بیٹی خالدہ چھوڑی، پھر اس کے بعد زید بیٹا فوت ہوا اس نے ورثا میں بھائی خالد، بہن کریمہ، بہن عظیمہ، اور بہن خالدہ چھوڑی، پھر اس کے بعد بہن کریمہ فوت ہوئی اس نے ورثا میں بھائی خالد، بہن عظیمہ، اور بہن خالدہ چھوڑی۔

2. ایک عورت بشریٰ فوت ہوئی اس نے شوہر سعید، بیٹا عمر، بیٹا اسماعیل، بیٹی سکینہ، بیٹی رقیہ، بیٹی اُمِ اَیمن اور بیٹی زینب چھوڑی، اس کے بعد عمر بیٹے کا انتقال ہوا اس نے ورثا میں والد سعید، ایک بیوہ خالدہ، بیٹا لیاقت، بیٹا قاسم اور بیٹی محمودہ چھوڑی۔

3. جواد کا انتقال ہوا ورثوں میں بیٹا بلال، بیٹا عبد الرحمٰن اور بیٹی ہندہ چھوڑی، پھر بیٹے بلال کا انتقال ہوا اس نے ورثا میں بھائی عبد الرحمٰن اور بہن ہندہ چھوڑی، پھر بیٹی ہندہ کا انتقال ہوا اس نے ورثا میں شوہر ابراہیم، بیٹا علی، بیٹا فیضان، بیٹا زین چھوڑے پھر دوسرے بیٹے عبد الرحمٰن کا انتقال ہوا اور اس نے ورثا میں بیوہ سدرہ، بیٹی مسکان چھوڑی۔

دوسری فصل: مقاسمت

اصطلاحی معنی

مقاسمت سے مراد یہ ہے کہ دادا کو حقیقی بھائیوں کی طرح ایک بھائی قرار دیا جائے، اور اگر مسئلے میں صرف دادا اور حقیقی بھائی موجود ہوں تو مال ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا جائے، اور اگر مسئلے میں دادا اور حقیقی بہنیں موجود ہو تو مال ان کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور متعدد صحابہ و تابعین (جیسے عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر، حذیفہ بن یمان، ابو سعید خدری، اُبَی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری، عائشہ، امام اعظم ابو حنیفہ، قتادہ، جابر بن زید، قاضی شُرَیح، عطا، عروہ بن زبیر، عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، ابنِ سیرین رضی اللہ عنہم) کے نزدیک دادا کے موجودگی میں بنو اعیان یعنی حقیقی بہن، بھائی اور بنو علات یعنی علاتی بہن، بھائی وارث نہیں ہوتے۔ ہمارے نزدیک یہی مذہب مفتیٰ بہ ہے۔

جبکہ حضرت زید بن ثابت، حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، امام محمد، امام ابو یوسف اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بنو اعیان اور بنو علات محروم نہیں ہوتے بلکہ حصے پاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔

جب دادا بنو اعیان اور بنو علات کے ساتھ آجائے اور کوئی ذی فرض یعنی ذو سہم مسئلے میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں دادا کے لیے اَفْضَلُ الْاَمْرَيْنِ ہو گا یعنی مقاسمت اور جمیع مال کے ثلث میں سے جو بہتر ہو وہ اختیار کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی ذی فرض یعنی ذو سہم مسئلے میں موجود ہو تو اس صورت میں دادا کے لیے اَفْضَلُ الْاُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ ہو گا یعنی مقاسمت، جمیع مال کا سدس اور مَا بَقِيَ کا ثلث میں سے جو بہتر ہو وہ اختیار کیا جائے گا۔

اصل مسئلہ: $2 \times 2 = 4$ مقاسمت کل ترکہ: 100 روپے

زوج	دادا	بھائی
$\frac{1}{2} \times 2$	عصبہ	عصبہ
1×2	1×2	
2	1———	2———1
50روپے	25روپے	25روپے

اصل مسئلہ:6 جمیع مال کا سدس کل ترکہ:100روپے

زوج	دادا	بھائی
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$	عصبہ
3	1	2
50روپے	16.66روپے	33.33روپے

اصل مسئلہ:6 ما بَقِیَ کا ثلث کل ترکہ:100روپے

زوج	دادا	بھائی
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 3$	عصبہ
3	1	2
50روپے	16.66روپے	33.33روپے

نوٹ: اس مثال میں دادا کے لیے مقاسمت بہتر ہے لہٰذا اس میں مقاسمت کو اختیار کیا جائے گا۔

مقاسمت سے متعلقہ مشقی سوالات

1. کوئی شخص فوت ہوا اور ورثا میں دادی، دادا، 2 حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی۔
2. فوت ہونے والے نے ورثا میں دادی، بیٹی، دادا اور 2 حقیقی بھائی چھوڑے۔

بتائیے مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں دادا کے لیے تین امور یعنی مقاسمت، جمیع مال کا سدس اور مَا بَقِیَ کا ثلث میں سے کیا بہتر ہے؟

3. دادا، حقیقی بھائی، حقیقی بہن اور علاتی بھائی۔

اگر مذکورہ بالا ورثا ہوں تو دادا کے لیے افضل الامرین یعنی مقاسمت اور جمیع مال کا ثلث میں سے کیا بہتر ہے؟

ساتواں باب

- پہلی فصل: مخنث کا بیان

- دوسری فصل: حمل کی وراثت کا بیان

- تیسری فصل: مفقود کی وراثت کا بیان

- چوتھی فصل: قیدی کی وراثت کا بیان

- پانچویں فصل: حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان

پہلی فصل: مُخَنَّث (Effeminate) کا بیان

مُخَنَّث یعنی ہیجڑا وہ شخص ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں، یا دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو، اگر دونوں عضو ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے؟ اگر مردانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو مرد کا حکم ہے اور اگر زنانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو عورت کا حکم ہے۔ اور اگر دونوں سے پیشاب کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے؟ جس سے پہلے پیشاب کرے گا اس کا حکم ہو گا۔ اور اگر دونوں عضو سے ایک ساتھ پیشاب کرتا ہے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ایسے کسی مخنث کا مجھے علم نہیں ہے۔[1]

جبکہ صاحبین یعنی امام محمد، امام ابو یوسف رحمۃُ اللہِ علیہما ارشاد فرماتے ہیں: دیکھا جائے گا کہ زیادہ پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے، اگر مردانہ عضو سے زیادہ پیشاب کرتا ہو تو مرد کا حکم ہے اور اگر زنانہ عضو سے زیادہ پیشاب کرتا ہو تو عورت کا حکم ہے۔ اور اگر دونوں عضو سے مقدار میں برابر پیشاب کرتا ہو تو ہمیں کسی ایسے مخنث کا علم نہیں ہے۔[2]

اس کو "خنثیٰ مشکل موقوف" کہتے ہیں، یعنی بلوغت تک انتظار کیا جائے گا۔ اگر بلوغت کے بعد مردوں کی علامات ظاہر ہو جائیں، جیسے داڑھی نکل آئی یا مردوں کی طرح احتلام ہو یا عورت سے مباشرت یعنی جماع کرنے کے لائق ہو جائے تو مرد ہے۔ اور اگر عورت کی علامات ظاہر ہو جائیں، جیسے اس کے پستان ظاہر ہو جائیں یا ماہواری آجائے تو عورت ہے۔ اگر مرد و عورت دونوں کی علامات ایک ساتھ ظاہر ہو جائیں یا کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو اس کو "خنثیٰ مشکل محکم" کہتے ہیں، یعنی اس کے مرد عورت ہونے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

وراثت کے باب میں خنثیٰ مشکل کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔

مفتیٰ بہ حکم

خنثیٰ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کو مذکر و مونث مان کر دونوں طریقوں پر مسئلہ حل کر لیا جائے، پھر جس صورت میں کم حصہ ملتا ہے وہ صورت اختیار کی جائے۔ اور اگر ایک صورت میں اسے حصہ ملتا ہے اور ایک صورت میں نہیں ملتا تو نہ ملنے والی صورت اختیار کی جائے گی کیونکہ کم حصہ والی صورت یا نہ ملنے والی صورت متیقن یعنی یقینی ہے۔

---

(1) شریفیہ شرح سراجیہ، ص122۔
(2) شریفیہ شرح سراجیہ، ص122۔

نوٹ: جس انسان کا نہ ذَکَر ہو اور نہ فَرَج، تو وہ ملحق بالخنثیٰ ہے۔ اس کا حکم اور خنثیٰ مشکل کا حکم ایک جیسا ہوتا ہے۔

پہلی مثال:

اصل مسئلہ: 5

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ (مفروضہ مذکر، بیٹا)
عصبہ	عصبہ	عصبہ
2	1	2

اصل مسئلہ: 4

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ (مفروضہ مونث، بیٹی)
عصبہ	عصبہ	عصبہ
2	1	1

نوٹ: ثانی صورت اختیار کی جائے گی کیونکہ $\frac{1}{4}$، $\frac{2}{5}$ سے کم ہے۔

دوسری مثال:

اصل مسئلہ: 2

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ (باپ کی طرف سے مفروضہ بھائی یعنی علاتی بھائی)
$\frac{1}{2} \times 2$	$\frac{1}{2} \times 2$	عصبہ
1	1	محروم

اصل مسئلہ: 6ع7

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ (باپ کی طرف سے مفروضہ بہن یعنی علاتی بہن)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
3	3	1

نوٹ: پہلی صورت اختیار کی جائے گی کیونکہ اس میں خنثیٰ محروم ہو رہا ہے۔

دوسری فصل: حمل کی وراثت کا بیان

(Inheritance of Child in Pregnancy)

کوئی شخص فوت ہوا اور اس کی بیوی حاملہ ہو یا کوئی ایسی رشتہ دار حاملہ ہو کہ جس سے پیدا ہونے والا بچہ اس فوت ہونے والے کا وارث بنتا ہو، جیسے کسی شخص کی ماں حاملہ ہو تو اس عورت سے پیدا ہونے والا بچہ اس فوت ہونے والے کا یا تو بھائی ہو گا یا بہن، یا جیسے کسی کی بہو حاملہ ہو تو اس عورت سے پیدا ہونے والا بچہ فوت ہونے والے (دادا) کا یا تو پوتا ہو گا یا پوتی۔

ایسی صورت میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بچے کے پیدا ہونے تک وراثت تقسیم نہ کی جائے۔ اور اگر ورثا اصرار کریں کہ ہر صورت وراثت تقسیم کی جائے تو اس صورت میں مسئلہ حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حمل کو ایک مرتبہ لڑکا اور ایک مرتبہ لڑکی فرض کر کے دونوں طریقوں سے مسئلہ حل کر لیں پھر دونوں مسئلوں کے اصل مسئلہ میں نسبت دیکھیں، اگر توافق / تداخل کی نسبت ہو تو ہر اصلِ مسئلہ کے وَفق کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے کُل میں ضرب دیں گے۔ حاصلِ ضرب مجموعی طور پر اصلِ مسئلہ ہو گا۔ پھر ہر اصلِ مسئلہ کے وَفق کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

اور اگر دونوں اصلِ مسئلہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو ہر اصلِ مسئلہ کے کُل کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے کُل میں ضرب دیں گے۔ حاصلِ ضرب مجموعی طور پر اصلِ مسئلہ ہو گا۔ اب ہر اصلِ مسئلہ کے کُل کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

نوٹ: اس عمل کو "تجنیس" کہتے ہیں۔ تجنیس کرنے سے دونوں مسئلے مساوی ہو جاتے ہیں اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کس کا حصہ کس مسئلے میں کم یا زیادہ یا برابر ہے۔

دونوں طریقوں سے مسئلہ حل کرنے کے بعد اب حمل اور دیگر ورثا کو جہاں جہاں سے حصے کم ملیں وہ صورت اختیار کی جائے گی یعنی کم حصے دیئے جائیں گے اور زائد حصوں کو محفوظ کر لیا جائے گا۔ پھر جب لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو دیکھا جائے کہ حمل یا دیگر ورثا کا کتنا حصہ بنتا ہے۔ اگر جتنا حصہ دیا ہے وہی بنتا ہو تو فَبِہَا یعنی ٹھیک ورنہ محفوظ حصوں سے ہر ایک کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔

بیوی کے حاملہ ہونے کی پہلی مثال:

اصل مسئلہ: $7 \times 6 = 42$

بیٹا	بیٹا	بیٹی	حمل (مفروضہ مذکر)	زوجہ حاملہ (خلع سے مطلقہ بائنہ)
عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	محروم (بسبب طلاقِ بائن)
2×6	2×6	1×6	2×6	—
12	12	6	12	—

اصل مسئلہ: $6 \times 7 = 42$

بیٹا	بیٹا	بیٹی	حمل (مفروضہ مونث)	زوجہ حاملہ (خلع سے مطلقہ بائنہ)
عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	محروم (بسبب طلاقِ بائن)
2×7	2×7	1×7	1×7	—
14	14	7	7	—

بیوی کے حاملہ ہونے کی دوسری مثال:

اصل مسئلہ: $24 \times 9 = 216$

باپ	ماں	زوجہ (حاملہ)	بیٹی	حمل (مفروضہ مذکر)
$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$	عصبہ	عصبہ
4×9	4×9	3×9	13×9	
36	36	27	78——117——39	

اصل مسئلہ: 24ع27 $\times$ 8 = 216

باپ	ماں	زوجہ (حاملہ)	بیٹی	حمل (مفروضہ مونث)
$24 \times \frac{1}{6}$ مع العصبہ	$\frac{1}{6} \times 24$	$\frac{1}{8} \times 24$	$\frac{2}{3} \times 24$	
4×8	4×8	3×8	8×8—16—8×8	
32	32	24	64	64

ماں کے حاملہ ہونے کی مثال:

اصل مسئلہ: 6 $\times$ 4 = 24

زوج	ماں (حاملہ)	حمل (مفروضہ مذکر، حقیقی بھائی)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$	عصبہ
3×4	2×4	1×4
12	8	4

اصل مسئلہ: 6ع8 $\times$ 3 = 24

زوج	ماں (حاملہ)	حمل (مفروضہ مونث، حقیقی بہن)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{1}{3} \times 6$	$\frac{1}{2} \times 6$
3×3	2×3	3×3
9	6	9

حمل کے مسائل

1. امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدتِ حمل دو سال ہے، جبکہ لیث بن سعد رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک تین سال، امام شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک چار سال اور امام زہری رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک سات سال ہے۔ اور حمل کی کم سے کم مدت سب ائمہ کے نزدیک چھ ماہ ہے۔

2. اگر حمل میت کا ہے یعنی مرنے والے کی بیوی حاملہ ہے اور زوج کی موت کے وقت سے دو سال کے درمیان بچہ پیدا ہوا اور عورت نے ابھی تک عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو تو یہ بچہ وارث بھی ہو گا اور مُورِث بھی یعنی اس کے مال کے اور لوگ بھی وارث ہوں گے۔ اور اگر دو سال پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ وارث بھی نہیں ہو گا اور اس کا بھی کوئی وارث نہیں ہو گا۔

3. اگر میت کے علاوہ کسی دوسرے کا حمل ہو، جیسے مرنے والے کے باپ کا حمل ہو تو مُورِث کی موت کے چھ ماہ یا اس سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ وارث ہو گا۔ اور مُورِث کی موت کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ وارث نہیں ہو گا۔

4. حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اس وقت وارث ہو گا جب کہ وہ زندہ پیدا ہو یا اس کا اکثر حصہ زندہ باہر ہوا ہو اور زندگی کو اس طرح جانا جائے گا کہ وہ روئے یا چھینکے یا ہنسے یا کوئی آواز نکالے یا اس کے اعضاء حرکت کریں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بچہ چیخ مارے یا روئے یا چھینکے تو اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی بنے گا۔[1]

5. اگر بچہ سیدھا پیدا ہوا یعنی اس طرح پیدا ہوا کہ اس کا سر پہلے نکلا تو سینے پر دارومدار اور بنیاد ہے، یعنی اگر سینہ زندہ رہ کر نکل آیا تو وارث ہو گا اور اگر سینہ نکلنے سے پہلے مر گیا تو وارث نہیں ہو گا۔ اور اگر بچہ اُلٹا پیدا ہوا یعنی اس کے پاؤں پہلے نکلے ہیں تو ناف کا اعتبار ہو گا یعنی اگر ناف ظاہر ہونے تک زندہ تھا تو وارث ہو گا ورنہ نہیں۔

6. حمل کی مذکورہ بالا تمام امثلہ میں، حمل میں ایک بچہ مان کر تخریجِ مسائل کی گئی ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہِ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے، لیکن یہ احتمال ہے کہ حمل سے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں اسی لیے تمام وارثوں کی طرف سے ضامن لیا جائے گا تا کہ اگر زیادہ بچے پیدا ہوں تو ان وارثوں سے مال واپس دلانے کا وہ ضامن ذمہ دار ہو۔

7. ان تمام مسائل میں حصہ محفوظ رکھنے کا حکم ان وارثوں کے حق میں ہے جن کا حصہ زیادتی سے کمی کی طرف تبدیل ہو جاتا ہے اور جن کا حصہ تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کے حق میں محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، مثلاً دادی / نانی اور حاملہ زوجہ۔

---

(1) ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب اذا استہل المولود ورث، ص482، حدیث:2750۔

اور جن وارثوں کی یہ حالت ہو کہ حمل کے مذکر و مونث ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت میں محروم ہوتے ہیں اور ایک صورت میں وارث ہوتے ہیں تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا اور ان کا حصہ محفوظ بھی نہیں رکھا جائے گا، مثلاً بھائی اور چچا جب حاملہ زوجہ کے ساتھ ہوں تو اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ محروم رہیں گے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو یہ عصبہ ہو کر وارث ہو جائیں گے لہٰذا ان کے لیے کوئی حصہ محفوظ نہیں رکھا جائے گا۔

بیوی کے حاملہ ہونے کی تیسری مثال:

اصل مسئلہ:8

زوجہ (حاملہ)	حمل (مفروضہ مذکر، بیٹا)	بھائی	چچا
$\frac{1}{8} \times 8$	عصبہ	عصبہ	عصبہ
1	7	محروم	محروم

اصل مسئلہ:8

زوجہ (حاملہ)	حمل (مفروضہ مونث، بیٹی)	بھائی	چچا
$\frac{1}{8} \times 8$	$\frac{1}{2} \times 8$	عصبہ	عصبہ
1	4	3	محروم

تیسری فصل: مفقود (گمشدہ) کی وراثت کا بیان

(Inheritance of the Missing persons)

1. اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کا کچھ علم نہ ہو تو وہ شخص اپنے مال کے اعتبار سے زندہ متصور ہو گا یعنی اس کے مال میں وراثت جاری نہ ہو گی مگر دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار ہو گا یعنی کسی سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔

2. گمشدہ شخص کے مال کو محفوظ رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی موت کی تصدیق ہو جائے یا اس پر ایک ایسی مدت گزر جائے کہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد قاضی کی طرف سے اس کی موت کا حکم دے دیا جائے اس مدت کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

ظاہر الروایہ: جب اس کے ہم عصر ساتھیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے تو اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

حسن بن زیاد، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ سے روایت کرتے ہیں: وہ مدت، مفقود کے یومِ پیدائش سے 120 سال ہے۔[1] یعنی 120 سال کے بعد موت کا حکم لگایا جائے گا۔

امام محمد رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک وہ مدت 110 سال، جبکہ امام ابو یوسف رحمۃُ اللہِ علیہ کے نزدیک وہ مدت 105 سال ہے۔

اور بعض علما فرماتے ہیں: 90 سال ہے۔ صاحبِ کنز نے اسی پر جزم کیا۔[2] اور مصنفِ "سراجیہ" علامہ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے۔[3] جبکہ صاحبِ فتح القدیر کی رائے میں یہ ہے کہ مفقود کی عمر کے 70 برس گزر جائیں تو قاضی اس کی موت کا حکم دے گا۔[4] اور اس کی جو اَملاک ہیں وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوں گی جو اس کی موت کے حکم کے وقت موجود ہیں۔

(1) سراجیہ، ص105۔
(2) کنز الدقائق، ص396۔
(3) سراجیہ، ص105۔
(4) فتح القدیر، کتاب المفقود، 6/140۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل حدیثِ پاک کی وجہ سے اس پر فتویٰ دیا ہے۔[1]
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ میری امت کی عمریں 60 اور 70 سال کے درمیان ہیں۔[2]

3. مفقود کا اپنا مال تو پورا محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ اس کی موت کا حکم دیا جائے۔ اگر اس حکم سے پہلے وہ واپس آ گیا تو اپنے مال پر قبضہ کر لے گا اور اگر واپس نہ آیا تو جس وقت موت کا حکم کیا جائے گا اس وقت جو وارث موجود ہوں گے ان پر مفقود کا مال تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔
4. مفقود کے کسی مورِث کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں مفقود کے علاوہ دوسرے بھی ہیں تو جن ورثا کا حصہ مفقود کی زندگی اور موت سے تبدیل نہیں ہوتا ان کو پورا حصہ دے دیا جائے گا اور جو وارث مفقود کو زندہ ماننے سے محروم ہوتے ہیں اور مردہ ماننے سے وارث ہوتے ہیں ان کا حصہ ابھی محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود واپس آجائے یا اس کی موت کا حکم کر دیا جائے اور جن وارثوں کا حصہ مفقود کو زندہ ماننے کی صورت میں کم ہوتا ہے اور مردہ ماننے کی صورت میں زیادہ ہوتا ہے تو ان کو کم حصہ دیا جائے گا اور باقی کو محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود کا حال معلوم ہو۔
5. مفقود کے مورث کا مسئلہ مفقود کو زندہ اور مردہ تصور کر کے دونوں طریقوں پر الگ الگ بنایا جائے گا دونوں مسئلوں کے اصل مسئلہ میں نسبت دیکھنے کے وہی اصول و ضوابط ہیں جو حمل کے باب میں مذکور ہوئے یعنی یہاں بھی تجنیس کا عمل کیا جائے گا، تفصیل درج ذیل ہے۔

مفقود کو ایک مرتبہ زندہ اور ایک مرتبہ مردہ فرض کر کے دونوں طریقوں سے مسئلہ حل کر لیں۔ پھر دونوں مسئلوں کے اصلِ مسئلہ میں نسبت دیکھیں، اگر توافق / تداخل کی نسبت ہو تو ہر اصلِ مسئلہ کے وَفق کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے کُل میں ضرب دیں گے۔ حاصلِ ضرب مجموعی طور پر اصلِ مسئلہ ہو گا۔ پھر ہر اصلِ مسئلہ کے وَفق کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

(1) فتاویٰ رضویہ، 26/99، 100۔
(2) ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الامل والاجل، ص740، حدیث: 4236۔

اور اگر دونوں اصلِ مسئلہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو ہر اصلِ مسئلہ کے کُل کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے کُل میں ضرب دیں گے حاصلِ ضرب مجموعی طور پر اصلِ مسئلہ ہو گا۔ اب ہر اصلِ مسئلہ کے کُل کو دوسرے اصلِ مسئلہ کے سہاموں میں ضرب دیں گے۔

دونوں طریقوں سے مسئلہ حل کرنے کے بعد اب مفقود اور دیگر ورثا کو جہاں جہاں سے حصے کم ملیں وہ صورت اختیار کی جائے گی یعنی کم حصے دیئے جائیں گے اور زائد حصوں کو محفوظ کر لیا جائے گا۔

پھر جب مفقود کی موت کی تصدیق ہو جائے یا قاضی کی طرف سے مفقود کی موت کا حکم لگ جائے یا مفقود زندہ واپس آجائے تو دیکھا جائے کہ مفقود یا دیگر ورثا کا حصہ کتنا بنتا ہے؟ اگر جتنا حصہ دیا ہے وہی بنتا ہو تو ٹھیک، وگرنہ محفوظ حصوں سے ہر ایک کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔

پہلی مثال:

اصل مسئلہ: 6ع $56 = 8 \times 7$

شوہر	دو عینی بہنیں	اخیافی بھائی (مفقود بصورت مفروضہ مردہ)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	—
3×8	4×8	—
24	32	—

اصل مسئلہ: 6ع $56 = 7 \times 8$

شوہر	دو عینی بہنیں	اخیافی بھائی (مفقود بصورت مفروضہ زندہ)
$\frac{1}{2} \times 6$	$\frac{2}{3} \times 6$	$\frac{1}{6} \times 6$
3×7	4×7	1×7
21	28	7

نوٹ: چونکہ 8 اور 7 میں نسبت تباین کی ہے اس لیے 8 کو 7 میں اور 7 کو 8 میں ضرب دی، حاصلِ جواب 56 آیا۔

دوسری مثال:

اصل مسئلہ: $4 \times 6 = 24$

2 بیٹیاں	بیٹا (مفقود بصورت مفروضہ زندہ)	پوتا	2 پوتیاں
عصبہ	عصبہ	محروم	محروم
2×6	2×6	—	—
12	12	—	—

اصل مسئلہ: $3 \times 4 = 12 \times 2 = 24$

2 بیٹیاں	بیٹا (مفقود بصورت مفروضہ مردہ)	پوتا	2 پوتیاں
$\frac{2}{3} \times 3$	—	عصبہ	عصبہ
2×4	—	1×4	
8×2	—	4×2	
16	—	4———8———4	

چونکہ 4 اور 12 میں نسبت توافق کی ہے اس لیے 4 کے وَفق 2 کو 12 سے ضرب دی اور 12 کے وَفق 6 کو 4 سے ضرب دی، حاصلِ جواب 24 آیا۔

چوتھی فصل: قیدی کی وراثت کا بیان

(Inheritance of Emasculate)

وہ مسلمان جس کو کافر قید کر کے لے گئے اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے کہ وہ دوسروں کا وارث ہو گا اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارث اس کے مال سے ترکہ پائیں گے، جب تک وہ اپنے مذہب پر باقی رہے گا۔ اور اگر اس نے کافروں کی قید میں جانے کے بعد مذہبِ اسلام کو چھوڑ دیا تو اس پر وہی احکام ہوں گے جو مرتد کے ہیں۔ اور اگر قیدی کی موت وزندگی کا کچھ علم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود یعنی گمشدہ کا حکم ہو گا، جس کا بیان ہو چکا۔

پانچویں فصل: حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان

(Inheritance of Dead by Sink, Fire and Destruction and Similar)

اگر کسی حادثے میں چند رشتہ دار ہلاک ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے پہلے کون ہلاک ہوا، مثلاً بحری جہاز ڈوب گیا یا ہوائی جہاز گر گیا، ٹرین یا بس وغیرہ کے حادثات یا آگ لگ گئی یا عمارت گر گئی یا خود کُش دھماکے سے ہلاکت ہوئی اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا اور بعد میں کون؟ اب ان کا حکم یہ ہے کہ آپس میں تو کسی کے وارث نہ ہوں گے، البتہ ان کا مال ان کے زندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ یہی قولِ مختار اور مفتیٰ بہ ہے۔

آٹھواں باب

- پہلی فصل: ذَوِی الْاَرحام کا تعارف واقسام

- دوسری فصل: ذَوِی الْاَرحام میں مال تقسیم کرنے کے اصول وضوابط

- تیسری فصل: ورثا اور غرما کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ

- چوتھی فصل: کلالہ کی وراثت کا بیان

- پانچویں فصل: متفرق (اہم) مسائل

- چھٹی فصل: مالِ وراثت میں خیانت کی صورتیں اور اقسام

پہلی فصل: ذوی الارحام (Blood Relatives) کا تعارف و اقسام

لغوی معنی

اَرحام، رَحم کی جمع ہے، اور رَحم اس مقام کو کہتے ہیں جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

لغت میں صاحبِ قرابت کو ذی رَحم بولتے ہیں، خواہ ذی فرض ہو یا نہ ہو۔

اصطلاحی معنی

اہلِ فرائض میں ذوالرحم ہر اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو نہ ذوی الفروض میں سے ہو اور نہ ہی عصبات میں سے ہو۔

اقسام

ذوی الارحام کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم: وہ لوگ جو میت کی اولاد میں ہوں۔ یہ بیٹیوں یا پوتیوں کی اولاد ہے۔

دوسری قسم: یہ وہ لوگ ہیں جن کی اولاد خود میت ہے۔ یہ جدِ فاسد یا جدہ فاسدہ ہے، خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو، جیسے نانا جدِ فاسد ہے، نانا کی ماں، نانا کی ماں کی ماں، نانا کے باپ کی ماں، نانا کے باپ کی ماں کی ماں یہ سب جداتِ فاسدہ ہیں۔

تیسری قسم: یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں ہوں، جیسے حقیقی و علاتی بھائیوں کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں، اخیافی بھائیوں کی اولاد یعنی بیٹے، بیٹیاں اور ہر قسم کی (حقیقی، علاتی اور اخیافی) بہنوں کی اولاد یعنی بھانجے اور بھانجیاں۔

چوتھی قسم: یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی اولاد میں ہوں، جیسے باپ کا ماں شریک بھائی یعنی اخیافی چچا اور اس کی اولاد، حقیقی و علاتی چچاؤں کی بیٹیاں، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، ماموں اور ان کی اولاد، خالائیں اور ان کی اولاد۔

دوسری فصل: ذوی الارحام میں مال تقسیم کرنے کے اصول وضوابط

1. ذوی الارحام کی چاروں قسموں میں جب ایک ہی وارث ہو، جبکہ ذی فرض اور عصبہ موجود نہ ہو، تو تمام مال عصبہ کی طرح اس کو دیا جائے گا۔
2. ان میں ترتیب عصبہ والی ہے کہ پہلی قسم کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہ ہوں گے۔ اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے وارث نہ ہوں گے۔ اور تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے وارث نہ ہوں گے یعنی جب تک پہلے درجے کا کوئی فرد ذی رحم موجود ہے بعد والے درجے کا کوئی فرد ذی رحم نہیں بن سکتا۔
3. ذوی الارحام اسی وقت وارث ہوں گے جبکہ اصحابِ فرائض میں سے وہ لوگ موجود نہ ہوں جن پر مال دوبارہ رد کیا جاسکتا ہے اور عصبہ بھی موجود نہ ہوں۔
4. اس پر اجماع ہے کہ زوجین کی وجہ سے ذوی الارحام مجوب یعنی محروم نہ ہوں گے یعنی زوجین کو حصہ دینے کے بعد ذوی الارحام پر مال تقسیم کیا جائے گا۔

ذوی الارحام کی پہلی قسم

ذوی الارحام کی پہلی قسم وہ لوگ ہیں جو میت کی اولاد میں ہوں۔ یہ بیٹیوں یا پوتیوں کی اولاد ہے۔

1. پہلی قسم کے ذوی الارحام میں میراث کا زیادہ مستحق وہ ہے جو میت سے اَقرب ہو، جیسے نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی پڑپوتی یعنی پوتی کی بیٹی سے زیادہ مستحق ہے۔ بالفاظِ دیگر اَقرب کے ہوتے ہوئے اَبعد محروم ہو گا۔
2. اگر قربِ درجہ میں سب برابر ہیں تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہے وہ زیادہ مستحق ہے، خواہ وہ عصبہ کی اولاد ہو یا صاحبِ فرض کی اولاد ہو۔

امثلہ:

I. پڑپوتی یعنی پوتی کی بیٹی، نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ پڑپوتی، پوتی کی بیٹی ہے اور پوتی ذوی الفروض میں سے ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں نواسی کا بیٹا ہے اور نواسی نہ تو ذوی الفروض میں سے ہے اور نہ ہی عصبات میں سے ہے۔

II. پوتی کا بیٹا نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے۔

3. اگر قرب یعنی رشتہ داری کے تعلق میں سب برابر ہوں اور ان میں وارث (ذی فرض یا عصبہ) کی اولاد کوئی نہ ہو یا سب وارث کی اولاد ہوں تو مال سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا جبکہ تمام مرد ہوں یا تمام عورتیں ہوں۔ اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق تقسیم ہو گا۔ اس حکم میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے جب کہ ان ذوی الارحام کے آباء وامہات یعنی اصول ذکورت وانوثت (مرد اور عورت ہونے) کی صفت میں متفق ہوں۔

4. اگر اصول کی صفات ذکورت وانوثت (مرد اور عورت ہونے) کے اعتبار سے مختلف ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابدانِ فروع کا اعتبار ہو گا اور مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہو گا بشرطیکہ وہ سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں۔ اور اگر ملے جلے ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق تقسیم ہو گا۔

نوٹ: ذوی الارحام کے بارے میں امام اسبیجابی نے مبسوط میں فرمایا کہ امام ابو یوسف کا قول اصح ہے کیونکہ وہ سہل تر ہے۔ صاحبِ محیط کا بیان ہے کہ بخارات کے مشائخ نے ان مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے۔(1)

اصل مسئلہ: 3

نواسہ	نواسی
2	1

توضیح: یہاں صفتِ اصول متفق ہے یعنی دونوں بیٹی کی اولاد ہیں تو مال کی تقسیم باعتبارِ ابدان ہو گی یعنی نواسہ مرد ہونے کی وجہ سے بمنزلہ دو عورتوں کے ہے گویا کل 3 وارث ہوئے تو مال کے تین حصے کر لیے گئے دو حصے نواسے کو اور ایک حصہ نواسی کو دے دیا گیا۔

اصل مسئلہ: 3

نواسی کے بیٹے کا بیٹا (ابن ابن بنت بنت)	نواسی کی بیٹی کی بیٹی (بنت بنت بنت بنت)
2	1

(1) حاشیہ عبد الحی لکھنوی علی الشریفیہ، ص 98۔

توضیح: چونکہ اصول دونوں کے متفق ہیں یعنی مؤنث ہیں تو اب مال وارثوں کے ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہو گا یعنی مرد کو دوگنا اور عورت کو ایک حصہ ملے گا۔

اصل مسئلہ:2

نواسہ کی بیٹی (بنت ابن بنت)	نواسی کی بیٹی (بنت بنت بنت)
1	1

توضیح: اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک فروعِ ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ:4

نواسی کا ایک بیٹا	نواسہ کی دو بیٹیاں
2	1——2——1

توضیح: اس صورت میں بھی امام ابو یوسف کے نزدیک وارثوں کے ابدان کا اعتبار کر کے نواسی کے بیٹے کو نواسہ کی دو بیٹیوں کے برابر قرار دے کر دو حصے نواسی کے بیٹے کو اور ایک ایک نواسے کی دونوں بیٹیوں کو دیا جائے گا۔

ثمرہ اختلاف:

اصل مسئلہ:3

نواسی کا بیٹا	پوتے کی بیٹی
2	1

یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

اصل مسئلہ:3

نواسی کا بیٹا	پوتے کی بیٹی
1	2

یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

ذوی الارحام کی دوسری قسم

ذوی الارحام کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کی اولاد میں میت خود ہے، جیسے فاسد دادا اور دادی۔

1. ذوی الارحام کی دوسری تقسیم میں میراث کا مستحق وہی ہو گا جو میت سے زیادہ قریب ہو گا، خواہ وہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا، اور قریب والے کے ہوتے ہوئے دور والا محروم رہے گا، خواہ یہ قریب والا مؤنث ہو اور بعید والا مذکر ہو۔

نانا	نانی کا باپ	دادی کا باپ
کُل مال	محروم	محروم

چونکہ ان تینوں میں نانا میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے کُل مال نانا ہی کو ملے گا اور باقی دونوں محروم ہوں گے۔

2. اگر یہ لوگ رشتہ داری کے قُرب کے اعتبار سے برابر ہوں تو ان کی چھ صورتیں ہیں:

I. ان میں سے بعض کی نسبت میت کی جانب وارث کے واسطے سے ہو اور بعض کی نسبت وارث کے واسطے سے نہ ہو، جیسے اَبِ اُمِ الام یعنی نانی کا باپ اور اَب اَبِ الام یعنی نانا کا باپ۔

توضیح: ان میں نانی کے باپ کی رشتہ داری میت سے نانی کے واسطے سے ہے اور نانی ذوی الفروض میں ہے۔ اور نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے وہ خود ذوی الفروض میں سے نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام میں ہے، لیکن چونکہ نانی کا باپ اور نانا کا باپ درجہ میں برابر ہیں اس لئے مذہبِ صحیح پر دونوں وارث ہوں گے اور وارث کے ذریعے سے رشتہ داری سببِ ترجیح نہ ہو گی۔

II. ان سب کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے ہو، جیسے اَبِ اُمِ الاب یعنی دادی کا باپ اور جیسے اَبِ اُمِ الام یعنی نانی کا باپ۔

توضیح: دادی کے باپ کی رشتہ داری دادی کے ذریعے سے ہے اور دادی ذوی الفروض میں ہے۔ اسی طرح نانی کے باپ کی رشتہ داری نانی کے ذریعے سے ہے وہ بھی ذوی الفروض میں سے ہے تو دونوں وارث ہوں گے۔

III. ان میں سے کسی کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے نہ ہو، جیسے اَبِ اَبِ الام یعنی نانا کا باپ اور اُمِ اَبِ الام یعنی نانا کی ماں۔

توضیح: نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے اور نانا ذوی الارحام میں ہے۔ یہی رشتہ نانا کی ماں کا بھی ہے لہٰذا دونوں کی رشتہ داری وارث کے واسطے سے نہیں ہے تو دونوں وارث ہو جائیں گے۔

IV. ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کے باپ کی طرف سے ہو، جیسے اَبُ اَبِ اُمِ الاب یعنی دادی کا دادا اور اُمُ اَبِ اُمِ الاب یعنی دادی کی دادی۔

V. ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کی ماں کی جانب سے ہو، جیسے اَبُ اَبِ الام یعنی نانا کا باپ اور اُمُ اَبِ الام یعنی نانا کی ماں۔

چوتھی اور پانچویں صورت کی توضیح: جب درجہ میں مساوی ذوی الارحام کی میت سے قرابت میں اتحاد ہو، مثلاً سب میت کے باپ کی جانب کے رشتہ دار ہوں، جیسا چوتھی صورت میں ہے، یا سب کی قرابت میت کی ماں کی جانب سے ہو، جیسے پانچویں صورت میں ہے، اور جس کے ذریعے سے قرابت ہے وہ مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہے تو یہ ذوی الارحام بھی اگر سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا۔ اور اگر بعض مذکر ہیں اور بعض مؤنث تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے مطابق مال تقسیم ہو گا۔ اور اگر جن کے ذریعے سے نسبت تھی ان کے مذکر و مؤنث ہونے میں اختلاف ہو تو سب سے پہلی جگہ جہاں اختلاف ہوا تھا وہاں مذکروں کو 2 حصے اور مؤنثوں کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ پھر مذکروں اور مونثوں کے حصے کو ان کے وارثوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ اگر سب ورثا مذکر ہوں یا سب مؤنث تو ان کے ابدان پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر کچھ مذکر ہیں اور کچھ مؤنث تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے مطابق مال تقسیم کیا جائے گا۔

چوتھی صورت کی 3 مثالیں:

اصل مسئلہ: 3

دادی کا دادا	دادی کا نانا
2	1

توضیحِ مثال: اس میں دادی کے دادا اور دادی کے نانا دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں لیکن دادی کے دادا کی قرابت دادی کے باپ کی وجہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کے نانا کی قرابت دادی کی ماں کی وجہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کر کے دادی کے دادا کو دو حصے اور دادی کے نانا کو ایک حصہ ملے گا۔

اصل مسئلہ: 3

دادی کی نانی	دادی کی دادی
1	2

توضیحِ مثال: اس میں دادی کی نانی اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں، لیکن دادی کی دادی کی نسبت میت کی جانب دادی کے باپ کے ذریعے سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کی نانی کی نسبت دادی کی ماں کے ذریعے سے ہے اور وہ مؤنث ہے، لہٰذا مال کے تین حصے کرکے دو حصے دادی کی دادی کو اور ایک حصہ دادی کی نانی کو ملے گا۔

اصل مسئلہ: 3

دادی کی دادی	دادی کا دادا
1	2

توضیحِ مثال: دادی کا دادا اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری تو باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی برابر ہیں اور جس کے ذریعے سے قرابت ہے وہ بھی دونوں جگہ مذکر ہے مگر یہ مذکر و مؤنث ہونے میں مختلف ہیں لہٰذا مال کے تین حصہ کرکے دو حصے دادی کے دادا کو اور ایک حصہ دادی کی دادی کو دیا جائے گا۔

پانچویں صورت کی 3 مثالیں:

اصل مسئلہ: 3

نانی کا دادا	نانا کا دادا
1	2

توضیحِ مثال: نانا کے دادا اور نانی کا دادا دونوں کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں، لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف ماں کے اوپر نانی اور نانا میں ہوا لہٰذا وہیں مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کو دو حصے اور نانی کو ایک حصہ ملے گا۔ پھر نانا کا حصہ اس کے دادا کو اور نانی کا حصہ اس کے دادا کو دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ: 3

نانا کی نانی	نانا کی دادی
1	2

توضیحِ مثال: نانا کی دادی اور نانا کی نانی دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجے میں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں، لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف نانا کے اوپر سے شروع ہوا۔ نانا کی دادی کی قرابت نانا کے باپ کی وجہ سے ہے اور نانا کی نانی کی قرابت نانا کی ماں کی وجہ سے ہے لہٰذا نانا کی ماں اور باپ میں پہلے مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کے باپ کو دو حصے اور نانا کی ماں کو ایک حصہ دیا جائے گا پھر نانا کے باپ کا حصہ اس کی ماں کو اور نانا کی ماں کا حصہ اس کی ماں کو دے دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ: 3

نانا کی ماں	نانا کا باپ
1	2

توضیحِ مثال: نانا کا باپ اور نانی کی ماں دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجے میں برابر ہیں مگر مؤنث و مذکر میں مختلف ہیں لہٰذا کوئی اور وارث نہ ہونے کی صورت میں مال کے تین حصے کر کے نانا کے باپ کو دو حصے اور ایک حصہ نانا کی ماں کو ملے گا۔

VI. ان میں سے بعض کی رشتہ داری میت کے باپ کی جانب سے اور بعض کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہو، جیسے أَبُ أُمِ الاب یعنی دادی کا باپ اور أَبُ أُمِ الام یعنی نانی کا باپ۔

ذوی الارحام کی تیسری قسم

میت کے بھائی بہنوں کی وہ اولادیں ہیں جو عصبات و ذوی الفروض میں نہیں ہیں، مثلاً ہر قسم کے بھائیوں یعنی حقیقی، علاتی، اخیافی بھائیوں کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں اور ہر قسم کی بہنوں کے بیٹے اور بیٹیاں یعنی بھانجے اور بھانجیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے یعنی اخیافی بھتیجے۔

1. ان ذوی الارحام میں اگر درجہ میں تفاوت ہو تو جو زیادہ قریب ہو گا اگرچہ مؤنث ہو، وہ وارث ہو گا۔ بعید والا وارث نہیں ہو گا۔

اصل مسئلہ

بہن کی بیٹی یعنی بھانجی	بھتیجی کا بیٹا
کُل مال	محروم

توضیح: چونکہ بھائی اور بھتیجی کا لڑکا دونوں ذوی الارحام کی تیسری قسم میں ہیں۔ بھانجی قریب ہے اس لئے جب ذوی الارحام کی قسم اول اور ثانی نہ ہو تو قسم ثالث میں بھانجی وارث ہو جائے گی، بھتیجی کا بیٹا وارث نہیں ہو گا۔

2. اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو تین صورتیں ہوں گی:

پہلی صورت: سب وارث کی اولاد ہوں گے۔

اس پہلی صورت کی پھر تین صورتیں ہیں:

I. سب عصبہ کی اولاد ہوں، جیسے سگے بھائی کی پوتی، باپ شریک بھائی کی پوتی۔

II. سب ذوی الفروض کی اولاد ہوں، جیسے حقیقی بہن کی بیٹی (سگی بھانجی)، باپ شریک بہن کی بیٹی (سوتیلی بھانجی)۔

III. بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی، جیسے حقیقی بھائی کی بیٹی (سگی بھتیجی)، ماں شریک بھائی کی بیٹی (سوتیلی بھتیجی)، باپ شریک بھائی کی بیٹی (سوتیلی بھتیجی)۔

دوسری صورت: کوئی وارث کی اولاد نہ ہو، یعنی کوئی عصبہ اور ذوی الفروض کی اولاد نہ ہو، جیسے بھائی کی نواسی اور جیسے بھائی کا نواسہ۔

پہلی اور دوسری صورت کا حکم: پہلی اور دوسری صورت کی تمام صورتوں میں جب ذوی الارحام درجہ میں مساوات کے ساتھ قوت اور ضعف میں بھی برابر ہوں اور مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا اور اگر مذکر و مؤنث ہونے میں مختلف ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق مال تقسیم ہو گا۔ اور اگر قوت و ضعف میں مختلف ہوں گے تو امام ابو یوسف کے قول (جس کو ذوی الارحام کے بارے میں ہم نے لیا ہے اس) کے مطابق جو رشتہ میں قوی ہو گا وہ اَولیٰ ہو گا اس سے جو رشتہ میں ضعیف ہے، یعنی حقیقی بھائی کی اولادیں علاتی بھائی کی اولادوں کے مقابلے میں اَولیٰ ہوں گی اور علاتی بھائی کی اولادیں اخیافی بھائی کی اولاد سے اَولیٰ ہوں گی۔

نوٹ: اگر ذوی الارحام کی تیسری قسم میں اخیافی بھائی بہنوں کی اولادیں ہوں اور ان سے مقدم کوئی مستحق وارث نہ ہو تو مذکر و مؤنث کو برابر برابر حصہ ملے گا، اس میں مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت نہیں ہو گی۔

تیسری صورت: بعض وارث کی اولاد ہو گی اور بعض وارث کی اولاد نہ ہو گی۔ تو اگر بعض وارث کی اولاد ہو اور بعض وارث کی اولاد نہ ہو تو وارث کی اولاد غیر وارث کی اولاد پر مقدم ہو گی۔

اصل مسئلہ

بھانجی کا بیٹا	بھتیجے کی بیٹی
محروم	کُل مال

توضیح: بھتیجے کی بیٹی اور بھانجا کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں، مگر بھتیجا خود عصبہ ہے اور بھانجی ذوی الارحام میں ہے اس لئے بھتیجے کی بیٹی وارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے وارث ہو گی اور بھانجی کا بیٹا وارث نہیں ہو گا۔

ذوی الارحام کی چوتھی قسم کا بیان

چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں وہ رشتہ دار ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں، جیسے باپ کا ماں شریک بھائی اور اس کی اولاد، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، خالائیں اور ان کی اولاد، ماموں اور ان کی اولاد، حقیقی اور علاتی چچاؤں کی بیٹیاں۔

1. اگر چوتھی قسم کا صرف ایک ہی ذو رحم ہو اور پہلی تینوں قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو کُل مال اسی کو مل جائے گا۔
2. ان کی اولادوں میں جو میت سے زیادہ قریب ہو گا وہ وارث ہو گا، بعید والا وارث نہیں ہو گا۔ یہ قریب خواہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا، اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔
3. ان ذوی الارحام میں درجہ میں مساوی چند موجود ہوں، خواہ سب باپ کی جانب کے ہوں یا سب ماں کی جانب کے ہوں یا کچھ باپ کی جانب کے یا کچھ ماں کی جانب کے، تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہو گی وہ ذوی الارحام کی اولاد کے مقابلے میں راجح ہو گا، یعنی وارث کی اولاد کو ترکہ ملے گا اور ذی رحم کی اولاد کو نہیں ملے گا۔
4. اگر درجہ میں مساوی صرف ایک جانب کے ذوی الارحام نہ ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہو تو ان میں قوتِ قرابت بھی وجہِ ترجیح ہو گی، یعنی حقیقی رشتہ داری علاتی پر راجح ہو گی اور علاتی اخیافی پر۔ اور اگر دونوں طرف کے ذوی الارحام ہوں گے تو ایک جانب کی قوتِ قرابت دوسری جانب پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ دو تہائی حصہ باپ کی طرف والوں کو اور ایک تہائی ماں کی طرف والوں کو ملے گا۔ اور ایک حیثیت کے مساوی ذوی الارحام میں ہر جگہ اس اصول پر بھی عمل کیا جائے گا۔

5 جہتِ قرابت مختلف ہونے کے بعد جیسا اوپر بیان کیا گیا قوتِ قرابت وجہ ترجیح نہیں ہوتی بلکہ باپ کی طرف والے ذوی الارحام کو دو حصے اور ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو ایک حصہ ملتا ہے پھر باپ کی طرف والے رشتہ دار ایک فریق بن جائیں گے اور ماں کی طرف کے رشتہ دار ایک فریق۔ ان میں آپس میں قوتِ قرابت سے ترجیح ہو گی اور ہر فریق میں اگر صرف مذکر یا صرف مؤنث ذوی الارحام ہوں تو ان کو برابر برابر حصہ ملے گا اور اگر مختلف ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ پر عمل ہو گا۔

تیسری فصل: ترکہ کو ورثا اور قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ

جو شخص فوت ہوا اس کے تمام اموال، جیسے سونا، چاندی، کسی بھی ملک کی کرنسی، پرائز بانڈ، زمین، مکان، دکان، مالِ تجارت، فرنیچر، برتن سمیت گھر کا تمام سامان، ذاتی ضروریات، جیسے کپڑے، جوتے، بستر اور دیگر استعمال کا سامان، پیشہ وروں کے اوزار، کتابیں، موبائل فون، لیپ ٹاپ وغیرہ کا مارکیٹ ریٹ لگوا کر اس کو کُل ترکہ قرار دیا جائے، اور کُل ترکہ کو اصل مسئلے کے مقابل دوسرے کنارے پر لکھا جائے۔

پہلا طریقہ

کُل ترکہ کو سہاموں سے ضرب دے کر اصلِ مسئلہ پر تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حصہ کرنسی کی صورت میں نکل آئے گا۔

مذکورہ بالا ضابطے کا فارمولا:

کُل ترکہ یا کُل رقم × سہام ÷ اصلِ مسئلہ یعنی مخرج = حصہ وارث

دوسرا طریقہ

کُل ترکہ کو اصلِ مسئلہ پر تقسیم کر کے سہاموں سے ضرب دے دیا جائے۔ اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حصہ کرنسی کی صورت میں نکل آئے گا۔

مذکورہ بالا ضابطے کا فارمولا:

کُل ترکہ یا کُل رقم ÷ اصلِ مسئلہ یعنی مخرج × سہامِ وارث = حصہ وارث

رقم کی تقسیم کا ایک اور مختصر اور آسان طریقہ

مسئلے میں جس وارث کا جو حصہ ہو کُل رقم کو اس حصے کے مخرج پر تقسیم کر کے خارجِ قسمت اس وارث کو دے دیں۔ اس طرح سب ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو بچے وہ عصبہ کو دے دیں۔

اصل مسئلہ: ترکہ: 100 روپے

بیوی	بیٹی	ماں	حقیقی بہن
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	عصبہ

مثلاً مذکورہ بالا مثال میں کُل رقم کو 8 پر تقسیم کر کے خارجِ قسمت بیوی کو دے دیں، 2 پر تقسیم کر کے خارجِ قسمت بیٹی کو دے دیں، 6 پر تقسیم کر کے خارجِ قسمت ماں کو دے دیں، پھر جو بچے وہ سگی بہن کو دے دیں۔

اس طریقے میں یہ سہولت ہے کہ اس میں نہ تو اصلِ مسئلہ یعنی مخرج بنانے کی حاجت ہے نہ کُل رقم کو اصلِ مسئلہ یعنی مخرج پر تقسیم کر کے خارجِ قسمت کو وارثوں کے سہاموں سے ضرب دینے کی۔

ضروری تنبیہ: خیال رہے کہ یہ دوسرا طریقہ صرف اس وقت اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ مسئلے میں نہ عول ہو نہ رد کیونکہ عول اور رد کی صورت میں وارثوں کے حصوں میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے لہٰذا عول یا رد والے مسائل میں رقم کی تقسیم کے لیے صرف پہلا اور دوسرا طریقہ ہی اختیار فرمائیں۔

دُیُون یعنی قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ کار

دُیُون یعنی قرضہ جات کی ادائیگی میں ہر قرض خواہ کے قرض کو بمنزلہ سہام قرار دیا جائے یعنی ہر قرض خواہ کی قرض والی رقم کو سہاموں کی جگہ پر تحریر کیا جائے، اور مجموعی قرضے کو اصلِ مسئلہ کی جگہ تحریر کیا جائے۔ اور ترکہ کو مجموعی قرضے کے مقابل تحریر کیا جائے اب کُل ترکہ کو ہر قرض خواہ کی رقم سے ضرب دے کر مجموعی قرضے کی رقم پر تقسیم کر دیا جائے۔ اب ترکے میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ نکل آئے گا۔

قرض:20000روپے ترکہ:200روپے

زید	عمر	خالد
10000	6000	4000
100	60	40

چوتھی فصل: کلالہ کی وراثت کا بیان

لغوی معنیٰ

لغت میں کلالہ کا معنیٰ "کمزور" ہے۔

اصطلاحی معنیٰ

اصطلاحِ علم الفرائض میں وفات پانے والے ایسے مرد یا عورت کو کلالہ کہا جاتا ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور نہ ہی اس کے ماں باپ زندہ ہوں، نیز اس کا خاوند/بیوی نہ ہو یا فوت ہو چکا/چکی ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَلْکَلَالَۃُ مَنْ لَا وَلَدَ وَلَا وَالِدَ کلالہ وہ ہے جس کا بیٹا اور باپ نہ ہو۔ (1)

کلالہ کی وراثت کے احکام

1. اگر کلالہ کی وارث فقط ایک حقیقی یا باپ شریک بہن ہو تو اسے کلالہ کے ترکہ کا نصف ملے گا، بقیہ نصف اگر عصبہ وارث ہوں تو انہیں مل جائے گا ورنہ باقی نصف بھی اس بہن کو ملے گا۔
2. اگر کلالہ کا وارث فقط ایک حقیقی یا باپ شریک بھائی ہو تو وہ کلالہ کے تمام ترکہ کا وارث ہو گا۔
3. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا باپ شریک بہنیں ہوں تو انہیں کلالہ کے ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا، بقیہ ایک تہائی حصہ اگر عصبہ وارث ہوں تو انہیں ملے گا ورنہ باقی بھی انہی بہنوں کو مل جائے گا۔
4. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا باپ شریک بہن بھائی ہوں تو کلالہ کا تمام ترکہ ان ہی میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے اصول کے تحت تقسیم ہو گا۔
5. اگر کلالہ کا وارث فقط ایک ماں شریک بھائی یا ایک ماں شریک بہن ہو تو اسے کلالہ کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا، بقیہ عصباتِ نسبیہ میں تقسیم ہو گا۔
6. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ ماں شریک بھائی یا بہنیں ہوں تو انہیں کلالہ کے ترکہ سے ایک تہائی حصہ ملے گا، بقیہ ترکہ عصباتِ نسبیہ کو ملے گا۔

---

(1) مصنف عبد الرزاق، کتاب الفرائض، باب الکلالۃ، 8/385، حدیث: 17500۔

پانچویں فصل: متفرق اہم مسائل

(Miscellaneous Important issues)

1. سوتیلے ماں باپ کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سوتیلی اولاد کا۔
2. رضاعت موجبِ میراث رشتہ نہیں۔
3. مالِ میراث میں تقسیم کے وقت کا اعتبار ہے نہ کہ وفات کے وقت کا ولہٰذا بعدِ وفات مثلاً اگر جانوروں میں اضافہ ہوا تو ان اضافہ شدہ جانوروں کو بھی شرعی اصول کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔
4. اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو آٹھویں یا چوتھے حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔
5. بہو شرعاً وارث نہیں ہے۔ اسی طرح داماد ہونا اصلاً کوئی حقِ وراثت ثابت نہیں کر سکتا۔
6. وراثت کا استحقاق صحیح نکاح سے ہوتا ہے، لہٰذا فاسد یا باطل نکاح سے وراثت کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔[1]
7. فاسق کو میراث سے محروم کر دینے کی اجازت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اگر اس کی اولاد فاسق ہو اور وہ چاہے کہ اپنا مال نیکی کے کاموں میں خرچ کرے اور فاسق و فاجر اولاد کو اس سے محروم کر دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، بنسبت اس کے کہ وہ فاسق اولاد کے لیے مال چھوڑ جائے۔[2] لیکن اگر میت ترکہ چھوڑ جائے اور وارث اسے گناہوں کے کاموں میں خرچ کر دیں تو میت سے اس کے بارے میں کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔
8. بیوی کا کفن خاوند پر واجب ہے، اگرچہ بیوی نے مال چھوڑا ہو۔
9. مسائلِ فرائض میں قیاس کو عمل دخل نہیں۔
10. شوہر اگر سرکاری ملازم ہو تو شوہر کے انتقال کے بعد عموماً بیوی کو حکومت کی طرف سے پنشن ملتی ہے۔ یہ پنشن صرف بیوہ کا حق ہے کیونکہ پنشن حکومت کی طرف سے تبرع ہے، ترکہ نہیں ہے۔ اس لیے دیگر ورثا اس پنشن میں وراثت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔
11. غیر شرعی وصیت کرنا اور اس پر عمل کرنا دونوں ناجائز ہیں۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ، 185/12۔

(2) فتاویٰ رضویہ، 362/26۔ فتاویٰ ہندیہ، کتاب الہبۃ، الباب السادس، 391/4۔

12. میت کا وہ مال جو کسی کے پاس امانت کے طور پر ہو یا عاریت کے طور پر، وہ مال ترکہ میں شامل ہوتا ہے۔
13. شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کو جہیز میں زیورات اور جو دیگر سامان دیا جاتا ہے، اسی طرح کچھ زیورات، کپڑے وغیرہ لڑکے والوں (سسرال) کی طرف سے لڑکی کو بطورِ تملیک دیئے جاتے ہیں وہ سب لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، شرعاً کسی اور کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ لڑکی کے انتقال کی صورت میں اس میں وراثت جاری ہوگی۔
14. زندگی میں ہر شخص اپنے مال کا مالک و مختار ہوتا ہے، جہاں چاہے، جب چاہے، جس پر چاہے اپنے مال کو خرچ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنا مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہے، تو مستحب یہ ہے کہ اولاد (بیٹا، بیٹی) کے درمیان مساوات کرے یعنی دونوں کو برابر برابر دے لیکن یہ تقسیم، وراثت کی تقسیم نہیں کہلائے گی بلکہ ہبہ کہلائے گا اور ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: **يُعْطَى الِابْنَةُ مِثْلَ مَايُعْطَى لِلِابْنِ** بیٹی کو بیٹے کی مثل دیا جائے گا۔[1] فقہائے کرام نے اسی ارشاد کو مُفتیٰ بہ قرار دیا۔

کسی اولاد کو امتیازی حیثیت دے کر زیادہ ہبہ کرنا اگر کسی دینی ضرورت کی بنا پر ہو، مثلاً وہ عالمِ دین ہے تو جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اگر ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقویٰ میں اوروں سے زائد یا یہ موہوب لہ تحصیلِ علم میں مشغول ہے کہ کسبِ مال کی فرصت نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں کچھ حرج نہیں جبکہ دوسری اولاد پر ترجیح و تفضیل دینا، دینی فضل و شرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اگر بیٹا حصولِ علم میں مشغول ہو، نہ کہ دنیاوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح، تفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[2]

(1) فتاویٰ ہندیہ، کتاب الہبۃ، الباب السادس، 4/391۔
(2) فتاویٰ رضویہ، 23/534، 535۔

15. لاوارث (ایسا شخص جس کا کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہ ہو) کا کُل ترکہ تجہیز و تکفین، قرضہ جات کی ادائیگی اور وصیت پر عمل کرنے کے بعد عاجز، فقیر مسلمانوں کو ان کے مصارف (خوراک، لباس، ادویات وغیرہ) کے لیے دیا جائے گا۔

16. عورتوں یعنی بیٹیوں، بہنوں کو میراث سے محروم کر دینا حرامِ قطعی اور قرآنِ مجید کی کھلی مخالفت اور یہودیوں کی اتباع ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ فَرَّ مِنْ مِيْرَاثِ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جو شخص اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ پاک قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث ختم فرمادے گا۔(1)

17. قرض مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کافر کا، قرض کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ پر مقدم ہے۔

18. سیلاب یا کسی آفتِ ناگہانی کی وجہ سے کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوا جس کی وجہ سے حکومت نے بیوہ عورت کی امداد کی، یہ حکومتی امداد بیوہ کے ساتھ خاص ہے اس میں میراث کے احکام جاری نہیں ہوں گے اس لیے کہ یہ مال، مرحوم کا ترکہ نہیں ہے جبکہ میراث ترکہ میں جاری ہوتی ہے۔

19. تقسیمِ ترکہ کے بعد میت کے ذمہ قرض نکل آئے تو تقسیمِ ترکہ کالعدم ہو جاتی ہے۔

20. حق مہر ابھی ادا نہیں کیا گیا اور بیوی کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں حق مہر کی رقم ترکہ میں داخل کی جائے گی اور شرعی اصولوں کے مطابق ترکہ ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔

21. بدکرداری (زنا وغیرہ) وراثت سے محروم نہیں کرتی۔

22. باپ کی زندگی میں اولاد کو اس سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنی وراثت تقسیم کر دیں کیونکہ ابھی تو وہ زندہ ہیں اور ان کا مال ان کے انتقال پر ترکہ بنے گا جس میں وراثت جاری ہو گی، انتقال کے وقت جو ورثا موجود ہوں گے شرعی اصولوں کے مطابق ان کے درمیان مال تقسیم کیا جائے گا۔

23. زوجہ کی وراثت میں اس کے سسر، ساس، نند، نندوئی، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

24. باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا بھی میراث کا حقدار ہے کیونکہ وراثت ایک اضطراری حق ہے کوئی شخص اپنی طرف سے اس حق کو زائل یا ختم نہیں کر سکتا۔

---

(1) سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ص 473، حدیث: 2703۔

25. ترکہ کی تقسیم موجودہ قیمت کے اعتبار سے ہو گی، یعنی ترکہ کی تقسیم کے وقت اموال کی موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

26. دیت، تاوان / ضمان کے طور پر ملنے والی رقم میت کے تمام ورثا میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہو گی۔

27. مالِ حرام جیسے سود، رشوت، چوری، غصب وغیرہ اموال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جن لوگوں سے یہ مال لیا گیا ان کو یا ان کے وارثوں کو ایسا مال واپس کرنا ورثا پر لازم ہے۔ اگر معلوم نہ ہو کہ کن سے لیا گیا ہے تو ایسا مال بغیر ثواب کی نیت سے فقراء پر تصدق کر دیا جائے۔

28. وراثت کے ذریعے جو ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہوتی ہے، ملکیتِ جبری ہے، نہ اس میں وارث کا قبول کرنا شرط ہے، نہ ہی اس کا اس پر راضی ہونا ضروری ہے، بلکہ اگر وہ زبان سے بصراحت یعنی واضح اور صاف لفظوں میں یوں بھی کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تب بھی وہ شرعاً اپنے حصے کا مالک ہو چکا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مالک بن کر شرعی قاعدہ کے مطابق کسی دوسرے کو ہبہ کر دے یا بیچ ڈالے یا تقسیم کر دے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اِرث جبری ہے کہ موتِ مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصہ شرعی کا مالک ہوتا ہے، مانگے خواہ نہ مانگے، لے یا نہ لے، دینے کا عرف ہو یا نہ ہو۔ اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی ملک زائل نہ ہو گی۔ (1)

29. متبنیٰ (گود لیے گئے بچہ) کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر ایسے بچے کو گود لیا گیا جو اس کا بھتیجا یا بھانجا ہے تو وہ اس کا وارث بن سکتا ہے جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔

30. اگر مرنے والے کا کوئی وارث نہ ہو تو کُل مال کی وصیت کی جا سکتی ہے۔

31. مرض الموت میں مبتلا آدمی کا ایسی وصیت کرنا جس سے رشتہ داروں کو نقصان پہنچے، حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ پاک اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

مرض الموت کی تعریف: مرض الموت یہ ہے کہ جس میں آدمی اپنی ضروریات کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ تجرید میں

(1) فتاویٰ رضویہ، 26/113 ملتقطاً۔

اسی پر اعتماد کیا ہے۔ مختار یہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے جس سے غالب موت ہو اگرچہ مریض صاحبِ فراش نہ ہو۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: مرضِ موت کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک صاحبِ فراش ہونا ضرور، تجرید میں اسی مذہب کو معتمد قرار دیا اور مختار یہ ہے کہ اس مرض کا قاتل ہونا چاہیے کہ مبتلا اس کا غالباً نہ بچتا ہو، جب تک خوفِ موت غالب رہے مرضِ موت ہے، اگرچہ مثلِ تندرست کے چلے پھرے۔[2]

بہارِ شریعت میں ہے: مریض سے مراد وہ شخص ہے جس کی نسبت غالب گمان ہو کہ اس مرض سے ہلاک ہو جائے گا کہ مرض نے اُسے اتنا لاغر کر دیا ہے کہ گھر سے باہر کے کام کے لیے نہیں جا سکتا، مثلاً نماز کے لیے مسجد کو نہ جا سکتا ہو یا تاجر اپنی دکان تک نہ جا سکتا ہو اور یہ اکثر کے لحاظ سے ہے، ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ اُس مرض میں غالب گمان موت ہو اگرچہ ابتداً جبکہ شدت نہ ہوئی ہو باہر جا سکتا ہو، مثلاً ہیضہ وغیرہا امراضِ مہلکہ میں بعض لوگ گھر سے باہر کے بھی کام کر لیتے ہیں مگر ایسے امراض میں غالب گمان ہلاکت ہے۔ یوہیں یہاں مریض کے لیے صاحبِ فراش ہونا بھی ضروری نہیں اور امراض مزمنہ، مثلاً سِل فالج اگر روز بروز زیادتی پر ہوں تو یہ بھی مرض الموت ہیں اور اگر ایک حالت پر قائم ہو گئے اور پُرانے ہو گئے یعنی ایک سال کا زمانہ گزر گیا تو اب اُس شخص کے تصرفات تندرست کی مثل نافذ ہوں گے۔[3]

---

(1) درمختار، کتاب الوصایا، ص735۔
(2) فتاویٰ رضویہ، 19/227۔
(3) بہارِ شریعت، 2/162، حصہ:8۔

چھٹی فصل: مالِ وراثت میں خیانت کی صورتیں اور اقسام

تقسیمِ میراث میں دنیا کی مختلف اقوام میں مختلف طریقے رائج رہے ہیں جو اعتدال سے دور اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف تھے۔ دینِ اسلام نے جہاں دیگر معاملات میں افراط و تفریط کو ختم کیا وہیں تقسیمِ میراث کے معاملے میں بھی بہترین طریقہ عطا فرمایا اور اس میں پائی جانے والی باطل رسموں کو مٹایا۔ عورتوں، یتیموں اور کمزوروں پر ہونے والے ظلم و ستم اور جور و جفا کو اٹھایا اور ہر قسم کی خیانت، حق تلفی اور بددیانتی کو ختم فرمایا۔ مگر افسوس صد افسوس! اب بھی بہت سے مسلمان شرعی احکام سے لاعلمی اور غفلت کی بنا پر یا محض ظلماً مستحقین کو ان کا پورا حق نہیں دیتے، مالِ وراثت میں طرح طرح کی خیانتیں کرتے اور کبائر کے مرتکب بنتے ہیں، مثلاً:

(1) کسی حق دار کو ناجائز وصیت کے ذریعے اس کے حق سے محروم قرار دینا، جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کے بارے میں وصیت کرتے ہیں کہ اسے میرے مال میں سے ایک پائی بھی نہ دی جائے یا میرا فلاں بیٹا یا بیٹی میری جائیداد سے عاق ہے، یہ وصیت میں خیانت ہے جو برے خاتمے اور جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ یاد رہے! اس طرح کی وصیت سے یا کسی کو عاق کر دینے سے کسی حق دار کا حق ہرگز باطل نہیں ہوتا۔

(2) کسی وارث کو اس کا حصہ نہ دینا، جیسے بہت سی صورتوں میں بھائی، بہن، نانی، دادی یا دادا کا حصہ بنتا ہے مگر نہیں دیا جاتا، یونہی ماں اور بیوہ کا حصہ ہوتا ہے مگر نہیں دیا جاتا، حالانکہ وارث کو اس کے حق سے محروم کر دینا کافروں کا طرزِ عمل اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(3) دوسروں کے مالِ وراثت پر ناجائز قبضہ جما لینا، یہ مالِ حرام حاصل کرنا اور مالِ حرام کھانا ہے جو سخت کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(4) بالخصوص یتیم اور نابالغ وارثوں کا مال کھانا گناہِ کبیرہ اور سخت حرام ہے۔ اس پر قرآنِ کریم نے بھڑکتی آگ کی وعید سنائی ہے۔ والعیاذ باللہ

(5) یتیم اور نابالغ وارثوں کے مال سے میت کی فاتحہ، نیاز اور سوئم وغیرہ کرنا، یہ امور اگرچہ فی نفسہ جائز اور مستحب ہیں مگر کسی نابالغ کے مال سے ان امور میں خرچ کرنا حرام ہے۔

(6) بیٹیوں، بہنوں اور بیواؤں کو ان کا حق نہ دینا یا زور دے کر ان سے حصہ معاف کروالینا، خاص طور پر جبکہ بیٹی یا بہن شادی شدہ ہو یا بیوہ دوسرا نکاح کرلے، یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

(7) والدین کو اولاد کی وراثت سے حصہ نہ دینا یا باپ کی دوسری بیوی کو حصہ نہ دینا حالانکہ اولاد کے مال میں والدین کا اور شوہر کے مال میں اس کی ہر ہر بیوی کا حق ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وراثت کے معاملے میں ہرگز ہرگز کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کریں اور ہر معاملے میں اللہ پاک اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کو ملحوظ رکھیں کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔

تفصیلی فہرست

ماخذ ومراجع

کتاب کا نام	مصنف/مؤلف، متوفی	مطبوعات
بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ٢٥٦ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ١٤١٩ھ
ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ٢٧٩ھ	مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون
ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ٢٧٣ھ	مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون
ابو داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ٢٧٥ھ	مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون
مصنف عبد الرزاق	امام حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ٢١١ھ	دار التاصیل
دارمی	حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ٢٥٥ھ	دار الکتاب العربی بیروت
مستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ٤٠٥ھ	دار الرسالۃ العالمیۃ
الفردوس بماثور الخطاب	شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی، متوفی ٥٠٩ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
مسند طیالسی	امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی، متوفیٰ ٢٠٣ھ	دار ہجر مصر
الاختیار	عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، متوفی ٦٨٣ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
میراث علی المذاہب الاربعہ	شیخ حسین یوسف غزال	دار الفکر بیروت
السراجیۃ	سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی الحنفی، متوفی ٦٠٠ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
حاشیہ شریفیہ شرح سراجیہ	الشیخ السید الشریف علی بن محمد الجرجانی، متوفی ٨١٦ھ	پشاور
شریفیہ شرح سراجیہ	الشیخ السید الشریف علی بن محمد الجرجانی، متوفی ٨١٦ھ	پشاور
حاشیہ عبد الحی لکھنوی علی الشریفیہ	مولانا عبد الحی لکھنوی، متوفی ١٣٠٤ھ	
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام، متوفی ٦٨١ھ	کوئٹہ
کنز الدقائق	امام ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی، متوفی ٧١٠ھ	دار البشائر الاسلامیہ
در مختار	علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ١٠٨٨ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
رد المحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ١٢٥٢ھ	دار عالم الکتاب
فتاویٰ ہندیۃ	ملا نظام الدین، متوفی ١١٦١ھ، و علمائے ہند	دار الفکر بیروت ١٤١١ھ
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ١٣٤٠ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ١٤٢٧ھ
بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ١٣٦٧ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٢٩ھ